جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلہ الحقانیہ

سالنامہ

سرگودھا

رجب المرجب، شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ جنوری، فروری ۲۰۱۶ء

بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی مدظلہ

جامعہ حقانیہ کا ترجمان

الحقانیہ

ساہیوال / سرگودھا

مجلّہ

بشرفِ دعا

برکۃ العصر حضرت اقدس محمد عشرت علی قیصر قدس سرہٗ

جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد عبید اللہ قاسمی قدس سرہٗ

رئیس المحدثین حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان قدس سرہٗ

فقیہ ملّت حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی قدس سرہٗ

عارف باللہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

مخدوم العلماء حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی قدس سرہٗ

جلد ۲۲ | رجب المرجب، شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ جنوری، فروری ۲۰۰۶ء | شمارہ ۷، ۸

بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سیّد عبد الشکور ترمذی قدس سرّہٗ

ابن فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی سیّد عبد الکریم گمتھلوی قدس سرّہ

سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

زیر سرپرستی: آیت الحسن حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی مدظلہم

مدیر اعلیٰ

مفتی سیّد عبد القدوس ترمذی

مہتمم جامعہ ھٰذا

مجلس مشاورت

ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی

مولانا سید عبد العظیم ترمذی

مولانا سید عبد الملک ترمذی

مولانا سید عبد القدیر ترمذی

○

مدیر مسئول: عبد الناصر ترمذی

قیمت ۱۰۰ روپے / زرِ سالانہ ۸۰۰ روپے

جامعہ حقانیہ رجسٹرڈ

ساہیوال ○ سرگودھا

۰۴۸-۶۷۸۶۰۰۲ / ۶۷۸۶۸۹۹

فہرست

(رجب المرجب،شعبان المعظم ۱۴۴۷ھ جنوری،فروری ۲۰۲۶ء)

مجلس اتحادِ اُمت پاکستان کا متفقہ اعلامیہ.....	عبدالناصر ترمذی	3
درس قرآن کریم.....	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	13
درس حدیث.....	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ	17
ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ.....	مولانا محمد صدیق حفظہ اللہ تعالیٰ	21
شعبان المعظم کے فضائل واحکام.....	فقیہ الامۃ مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی قدس سرہ	23
روضۂ اطہر کی فضیلت وعظمت.....	فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ	31
پیر طریقت حضرت مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ.....	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	51
حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ.....	// // //	55
مکاتیبِ ترمذی.....	عبدالناصر ترمذی	57
نصیحت آموز خواب.....	// // //	67
والدین کی قدر کیجیے.....	مولانا شاہد نذیر	71
سلسلہ نقشبندیہ کے آفتاب وماہتاب.....	مولانا عبدالصمد ساجد	73
نقوش وتاثرات: فقیہ العصر مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ	حضرت مولانا اشرف علی مدظلہم	79
تواریخ وفات: پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ.....	مولانا ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی مدظلہم	82
کتاب ''المذہب المختار فی اختصاص الجمعۃ بالامصار''...	مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم	83
کتاب ''حیاتِ انبیاء کرام علیہم السلام'' کا تعارف....	مولانا عبدالصمد ساجد	87
اخبار الجامعہ.....	مولانا عبدالعظیم العمری	91

خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: حافظ سید عبدالغفور ترمذی برائے رابطہ: 0304-7310038/048-6786999

E-mail-alhaqqania@yahoo.com web-www.alhaqqania.org

کلمۃ الحق عبدالناصر ترمذی

مجلس اتحادِ اُمت پاکستان کا متفقہ اعلامیہ

بعد الحمد و الصلوٰۃ: مملکت خداداد پاکستان کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر وجود میں آئی، اور بنیاد کا یہ مضبوط پتھر ہی اس کی بقا کا بھی ضامن ہے، لاکھوں مسلمانوں نے دین اسلام کی سرمدی تعلیمات کے سائے تلے زندگی بسر کرنے کی خاطر ہی اپنی جان مال اور آل واولاد کی قربانی دی تھی، لیکن افسوس کہ پاکستان بننے کے بعد ان کے ساتھ کیے گئے نفاذِ اسلام کے وعدوں پر مکمل طور پر عمل نہیں کیا گیا اور بدقسمتی سے آج بھی وطن عزیز کے اندر نہ صرف یہ کہ خلافِ اسلام قانون سازی کی جاتی ہے بلکہ پون صدگزرنے کے باوجود ہم سود جیسی لعنت سے بھی اپنے وطن کو پاک نہیں کر سکے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ قرار دیا گیا ہے، پاکستان بنانے والی نسل حقیقی اسلامی فلاحی ریاست کا خواب شرمندہ تعبیر ہونے کی آس اپنے دل میں لیے مولانا زکی کیفی مرحوم کے یہ اشعار دہراتی اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔

اسلام کی بنیاد پہ یہ ملک بنا ہے
اسلام ہی اس ملک کا سامانِ بقا ہے
بنیاد پہ قائم نہ رہے گا تو فنا ہے
دنیا کی نگاہوں سے نہیں بات یہ مستور
ہم لائیں گے اس ملک میں اسلام کا دستور

اگرچہ علماء کرام کی جہدِ مسلسل اور کاوشِ پیہم کے نتیجہ میں الحمدللہ ۱۹۷۳ء کے ''متفقہ آئین'' میں اس بات کو منظور کرلیا گیا تھا کہ پاکستان میں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنے گا اور جو خلاف اسلام قوانین موجود ہیں ان کو بتدریج اسلامی سانچے میں

ڈھالا جائے گا، لیکن مقام افسوس ہے کہ متعدد جمہوری حکومتوں اور فوجی ڈکٹیٹروں نے آئین کی حرمت کو پامال کرتے ہوئے قومی اسمبلی اور سینٹ سے خلافِ اسلام قوانین منظور کرائے اور اس ملک میں قرآن وسنت کے نظام کی بالادستی کے خواہش مند کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح اور ان کی آرزوؤں کا خون کیا، جس پر وہ بجا طور پر یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ؎

یہ داغ داغ اُجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

ماضی قریب میں بھی چند ایسے ہی خلاف قرآن وسنت قوانین قومی اسمبلی اور سینٹ سے منظور کیے گئے، جس کی وجہ سے اسلامیانِ پاکستان کے دلوں میں بجا طور پر تشویش پیدا ہوئی۔

اس غیر اسلامی قانون سازی کو روکنے اور امت کی فکری رہنمائی کرنے کے لیے حسبِ سابق وطن عزیز کی نظریاتی سرحدوں کے محافظ حضرات علماء کرام حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کی تحریک پر میدان عمل میں اترے اور اس قانون سازی اور دیگر کئی اہم ملی امور پر غور وخوض کے لیے ''مجلس اتحاد امت پاکستان'' کے زیر انتظام یکم رجب المرجب ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۲۰۲۵ء کو کراچی میں ''تمام مکاتبِ فکر اور دینی تنظیموں کا مشاورتی وعلمی نمائندہ اجتماع'' منعقد کیا گیا۔ جس کے داعیان درج ذیل حضرات تھے:

(۱) شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم۔ (۲) حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن مدظلہم (۳) قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہم۔

اس اجتماع میں پاکستان بھر سے اتحادِ تنظیماتِ مدارس پاکستان کی رکن تنظیمات، وقیع دینی اداروں اور دینی تنظیمات کے سربراہان اور نمائندے شریک تھے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام مکاتبِ فکر کے اس نمائندہ اجتماع میں جو دس نکاتی متفقہ اعلامیہ منظور کیا گیا وہ یقیناً لائق تحسین اور پاکستان کے ہر مسلمان کے دل کی صدا ہے، ذیل میں وہ اعلامیہ پیش خدمت ہے:

متفقہ اعلامیہ

''تمام مکاتب فکر کے علماء اور مختلف دینی جماعتوں اور تنظیموں کا یہ اجتماع مندرجہ ذیل امور پر مکمل اتفاق رائے رکھتا ہے:

(۱) دستورِ پاکستان کی دفعہ 277 کی رُو سے حکومت پر لازم ہے کہ وہ ملکی قوانین کو قرآن وسنت کے مطابق بنائے اور اگر کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف موجود ہے یا بن چکا ہے اسے تبدیل کر کے قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالے۔ اس غرض کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی مکمل سفارشات تیار کی ہوئی ہیں آئین کی رُو سے ان کو پارلیمنٹ میں پیش کر کے ان کے مطابق قانون سازی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ سالہا سال گزرنے کے باوجود کسی بھی حکومت نے اب تک انہیں پارلیمنٹ میں پیش نہیں کیا۔ یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ نفاذِ شریعت کو اولیت دے اور ان سفارشات کو پارلیمنٹ میں پیش کر کے ان کے مطابق قانون سازی کی جائے۔

(۲) ملک میں اسلامی قوانین کی شرعی حیثیت کے تعین اور غیر اسلامی قوانین کے خاتمے کیلئے موثر ترین ادارہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ ہے۔ آئین کی رو سے وفاقی شرعی عدالت میں تین علماء جج ہونے چاہئیں لیکن عرصہ دراز سے یہ عدالت علماء ججوں سے خالی ہے نیز شریعت اپیلٹ بینچ میں بھی علماء کی موجودگی ایک سوالیہ نشان ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ ان عدالتوں کی طرف رجوع کی شرح بہت کم ہوگئی ہے۔ یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ آئین کے مطابق علماء ججوں کا تقرر یقینی بنایا جائے۔

(۳) آئین کی چھبیسویں ترمیم کا یہ ایک مستحسن فیصلہ تھا کہ ملک سے رِبا (سود) کے مکمل خاتمے کے لیے 31 دسمبر 2027ء کی حتمی تاریخ مقرر کر دی گئی تھی اور یکم جنوری 2028ء سے سودی نظام کو ختم کر کے مکمل اسلامی مالیاتی اور بینکاری

نظام کو نافذ کرنا تھا۔اس سلسلے میں سٹیٹ بینک سے تمام بینکوں کو ہدایات بھی جاری کردی گئی تھیں کہ وہ طے شدہ مدت کے اندر اپنے تمام مالی معاملات کو سود سے پاک کرلیں۔لیکن اس دوران اس مبارک عمل کو سبوتاژ کرنے اور رکاوٹیں ڈالنے کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وزارتِ قانون کی طرف سے ایک یادداشت تیار کی گئی ہے جس میں اُن بینکوں کو اس حکم سے مستثنیٰ کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے جن میں غیرملکی افراد کی حصے داری (Share Holding) ہے اور باوثوق ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بڑے بینکوں کی اکثریت کو بھی استثنا دے دیا گیا ہے اور اس استثنا کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ بعض بین الاقوامی معاہدات کا تقاضا ہے۔

ہم یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان کے آئین کو برتری حاصل ہے اور جوکوئی غیرملکی کمپنی پاکستان میں کام کرتی ہے اسے پاکستان کے آئین اور قانون کے تابع رہ کر ہی کام کرنا پڑتا ہے۔یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ بین الاقوامی معاہدات جب تک پارلیمنٹ کے ذریعے قانون نہ بن جائیں انہیں دستور اور قانون پر بالادستی حاصل نہیں ہوتی لہٰذا یہ عذر کسی طرح قابل قبول نہیں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرّم ﷺ سے جنگ جاری رکھنے کے مترادف ہے۔ان حالات میں یہ اجتماع متفقہ طور پر یہ مطالبہ کرتا ہے کہ دستور میں سود ختم کرنے کی جو مدت مقرر کی گئی ہے اس پر لفظاً ومعناً مکمل طور سے عمل کیا جائے۔

(۴) حال ہی میں دستورِ پاکستان میں ستائیسویں ترمیم انتہائی عجلت میں منظور کی گئی ہے۔اس ترمیم میں متعدد امور عدلیہ کی آزادی پر قدغن کے حکم میں ہیں لیکن ایک بات قرآن وسنت سے صراحتاً متصادم ہے اور وہ یہ کہ بعض اعلیٰ مناصب پر فائز شخصیات کو نہ صرف ان کی مدتِ کار میں بلکہ تاحیات ہر قسم کی فوجداری کارروائی سے مکمل استثنا دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے کام چھوڑنے کے بعد بھی تاحیات وہ ہر قسم کے جُرم کی باز پرس سے آزاد رہیں گے۔یہ استثنا قرآن کریم کے

بالکل خلاف ہے، جس نے یہ دوٹوک ہدایت عطا فرمائی ہے کہ:

یاایھاالذین آمنواکونواقوامین بالقسط شھداء للہ ولوعلی انفسکم اوالوالدین والاقربین۔(النساء:۱۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو، اللہ کی خاطر گواہی دینے والے، چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو، یاوالدین اورقریبی رشتہ داروں کے خلاف۔

شعارِ نبوت تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں عین حالتِ جنگ میں خود اپنے آپ کو قصاص کیلئے پیش کیا، خلفائے راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے اپنے عہدِ خلافت میں اپنے آپ کو عدالت میں فریق ثانی کے ساتھ مساوی حیثیت میں پیش کر کے بلا امتیاز اور شفاف عدل کا نمونہ پیش کیا۔

ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ''بنیانٌ مرصوص'' کے معرکہ میں کامیابی پر افواجِ پاکستان مبارک باد کی مستحق ہیں، لیکن ان کے اعلیٰ مناصب کو استثنا دینا ان کے مناصب جلیلہ کے شایان شان نہیں ہے بلکہ کردار پر دھبہ لگانے کے مرادف ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ ہمارا آئین 1973ء سے تمام حلقوں کی طرف سے متفقہ چلا آ رہا تھا، ستائیسویں ترمیم کی بنا پر آئین کو بھی متنازع بنا دیا گیا ہے، لہٰذا یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ اس ترمیم کو منسوخ کیا جائے یا قومی مشاورت اور پارلیمنٹ کے اتفاق سے دستورِ پاکستان کی روح کے مطابق ڈھالا جائے، کیونکہ دستور ہی کسی قوم وملت کا اجماعی میثاق ہوتا ہے۔

(۵) جون 2025ء میں وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کے لیے ایکٹ نمبر 11 نافذ کیا گیا ہے اس میں اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکے یا لڑکی کے نکاح کرنے کرانے اور نکاح پڑھانے کو قابل سزا جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کیلئے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ اندیشہ ہے کہ یہ قانون تمام صوبوں سے بھی منظور کرایا جا سکتا ہے جبکہ سندھ کی حکومت پہلے ہی ایک ایسا قانون بنا چکی ہے۔

یہ اجلاس واضح الفاظ میں قرار دیتا ہے کہ یہ قانون قرآن وسنت کے بالکل خلاف ہے۔اسلام میں نکاح کی کوئی عمر مقرر نہیں ہے۔ بالخصوص بلوغ کے بعد جو ہمارے ملک میں عموماً بارہ سے پندرہ سال کی عمر تک ہو جاتا ہے کسی شخص کیلئے نکاح پر پابندی عائد کرنا موجودہ ماحول میں ناجائز تعلقات اور زنا کاری پر آمادہ کرنے کے مرادف ہے۔حیرت ہے کہ جو فعل شریعتِ اسلامی کی رو سے جائز ہے اُسے زنا بالجبر قرار دیا گیا ہے۔لہٰذا اس اجلاس کا متفقہ مطالبہ ہے کہ اس وفاقی قانون اور سندھ کے پابندی کے قانون کو فی الفور منسوخ کیا جائے۔

(۶) ٹرانس جینڈر ایکٹ 2018ء میں نافذ ہوا تھا اسے وفاقی شرعی عدالت نے قرآن وسنت کے خلاف قرار دے دیا تھا،لیکن حکومت نے اس کے خلاف سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بنچ میں اپیل دائر کر دی جو ابھی تک زیر التوا ہے،جس کے نتیجے میں وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ معطل ہے،اور قانون فی الحال جوں کا توں موجود ہے۔البتہ شنید ہے کہ پارلیمنٹ کی کوئی کمیٹی اس میں ترمیم پر غور کر رہی ہے۔

یہ اجلاس واضح الفاظ میں یہ قرار دیتا ہے کہ تخلیقی طور پر جس شخص کی جنس مشتبہ ہو اسے اسلامی اصطلاح میں ''خُنثیٰ'' کہا جاتا ہے،اس کیلئے شریعت میں مفصل احکام موجود ہیں جن میں یہ بھی داخل ہے کہ اسے معاشرے میں باعزت شہری کے طور پر تسلیم کیا جائے اور اس کی بے عزتی سے پرہیز کیا جائے۔

لیکن ٹرانس جینڈر کی اصطلاح جس معنی میں مغرب کی طرف سے گھڑی گئی ہے اس کا ''خُنثیٰ'' سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ٹرانس جینڈر کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذکر یا مؤنث ہونے کا فیصلہ اپنی حیاتیاتی یا تخلیقی بنیاد پر نہیں بلکہ خود اپنی پسند یا ناپسند کی بنیاد پر کر سکتا ہے یہ درحقیقت ہم جنس پرستی کو لائسنس دینے کیلئے ایک مخفی دروازہ ہے،مغرب نے انسان کی اصناف صرف مرد،عورت اور خنثیٰ کی حد تک محدود نہیں رکھیں، بلکہ انسان کی بہت سی اصناف بنادی ہیں جنہیں LGBTQ کہا جاتا ہے اور ان میں مزید اضافہ ہو رہا ہے اسلامی تعلیمات میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۷) یہ اجتماع اس بات پر یقین رکھتا ہے اور علماء کی طرف سے اس کا بار بار اعلان کیا گیا ہے کہ ملک میں حالات کی اصلاح اور شریعت کے نفاذ کیلئے صرف پُرامن آئینی جدوجہد ہی واحد راستہ ہے اور اس غرض کیلئے مسلح جدوجہد نہ موجودہ حالات میں اسلام کا تقاضا ہے نہ مصلحتِ شریعت کا۔ اس وقت متعدد داخلی اور بیرونی عناصر ملک کو کمزور کرنے اور داخلی انتشار کے ذریعے اس کو تقسیم کرنے پر تلے ہوئے ہیں، ایسے حالات میں کوئی مسلح جدوجہد چاہے وہ اسلام کے نام پر ہو یا قومیت کے نام پر اس کا فائدہ صرف ملک دشمن عناصر ہی کو پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا ہم ایک بار پھر ملک میں مسلح کارروائیوں کی مذمت کرتے ہیں، البتہ حکومت سے بھی یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان شورشوں کو ختم کرنے کیلئے جائز مطالبات پر عمل بھی کرے اور اس مسئلہ کو حکمت وتدبر کے ذریعہ حل کرے۔

(۸) یہ اجتماع اسلامی جمہوریہ پاکستان اور امارتِ اسلامیہ افغانستان کے درمیان موجودہ کشیدہ حالات پر انتہائی تشویش کا اظہار کرتا ہے، یہ صورتحال دونوں ملکوں کے مفاد میں نہیں ہے اور اس سے صرف اسلام دشمن قوتوں کو فائدہ پہنچے گا۔ ہم امارتِ اسلامیہ افغانستان سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی سرزمین کو ان مفسد گروہوں اور طبقات کی آماجگاہ نہ بنائے جو وہاں دستیاب سہولتوں سے فائدہ اٹھا کر پاکستان میں تخریب کاری اور دہشت گردی کی کارروائیاں کر رہے ہیں، ہمارے دفاعی ادارے انہی گروہوں کو فتنۃ الخوارج اور فتنہ ہندوستان سے تعبیر کرتے ہیں۔ قوموں اور ملکوں کے مسائل باہمی مکالمے سے حل ہوتے رہے ہیں اور اب بھی اس کا قابلِ عمل اور قابلِ قبول دیرپا حل یہی ہے۔ لازم ہے کہ دونوں ممالک کی اعلیٰ ترین قیادت مل بیٹھے اور کسی مزید نقصان کے بغیر سارے مسائل کا مثبت اور قابلِ عمل حل نکالا جائے تاکہ دونوں پڑوسی برادر ممالک کے تعلقات معمول پر آئیں اور ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ دونوں ممالک کے درمیان نقل وحمل اور تجارت کا سلسلہ جاری رہے۔ اسی میں دونوں ممالک کا فائدہ ہے۔ اور ماضی کی اچھی باتوں کو

یاد رکھا جائے اور ناخوشگوار باتوں سے صرفِ نظر کیا جائے یہی دونوں کے ملکی ملی قومی اور اسلامی مفاد میں ہے۔

(۹) آج کا یہ تمام مکاتبِ فکر کا نمائندہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ دینی مدارس وجامعات کے ساتھ کئے گئے میثاق اور اس کی بنیاد پر نافذ ہونے والے قانون پر لفظاً ومعناً عمل کیا جائے اور اس میں نت نئی رکاوٹیں پیدا نہ کی جائیں۔ حکومتی اداروں کے بعض اپنے اعداد وشمار کے مطابق تقریباً تین کروڑ بچے سکولوں سے باہر بیٹھے ہیں ریاست وحکومت ان کی تعلیم کا انتظام کرنے سے قاصر ہے۔ ایسے میں دینی مدارس وجامعات کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے کہ یہ اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے دینی وعصری تعلیم کے ساتھ کفالت کا بھی انتظام کرتے ہیں اور بڑی تعداد میں طلبہ وطالبات ان اداروں میں زیرِ تعلیم ہیں۔ یہ ادارے انہی علاقوں سے جہاں آج شورش ہے قوم کے بچوں کو لاکر پاکستان کے محبِّ وطن شہری اور اچھے مسلمان بناتے ہیں اور شرحِ تعلیم میں اضافہ کرتے ہیں۔ ہم یہ بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس وجامعات اپنے نظامِ تعلیم اور نصاب کیلئے پہلے کی طرح آزاد رہیں گے۔ دینی مدارس وجامعات نے کسی بھی حکومتِ وقت کیلئے نہ پہلے مسائل پیدا کیے ہیں اور نہ اب کریں گے اور حکومت ان اداروں کو اپنا حریف سمجھنے کے بجائے اپنا حلیف سمجھے کیونکہ تعلیم کا فروغ اور ملک وملت کا مفاد ہم سب کے درمیان قدرِ مشترک ہے۔

یہ اجتماع اس بات پر افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ دینی مدارس کی رجسٹریشن کا قانون بننے کے بعد بھی ان کی رجسٹریشن عملاً بند ہے اور انہیں ناشائستہ تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے، حالانکہ وہ قومی خزانے پر ایک روپے کا بوجھ ڈالے بغیر لاکھوں طلبہ اور طالبات کو نہ صرف تعلیم دے رہے ہیں بلکہ ان کے ذریعہ خدمت خلق کا کام ان جگہوں پر بھی رہا ہے، جہاں حکوت کی بھی پہنچ نہیں ہے۔

ہم یہ بات دوٹوک الفاظ میں کرنا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس کا بنیادی کام شریعت حق کی تعلیم ہے جس کے ذریعے حکومت سمیت کسی بھی حلقے کی ترغیب وتحریص یا کسی کام کے دباؤ کے بغیر مستند اور حق گو علماء پیدا کرنا ہے، اس لیے ان کا اپنے نصاب ونظام میں مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہونا ضروری ہے، اور دینی مدارس کسی ایسے اقدام کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں گے جو ان کے بنیادی اہداف کے راستے میں رکاوٹ ہو اور ان پر ایسے کسی نظام میں داخل ہونے پر مجبور کرنا سراسر زیادتی اور متفقہ قانون کی صریح خلاف ورزی ہے۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس معاملے میں عرصے سے مزاحمت اور زبردستی پر آمادہ ہے، ملک پہلے ہی مسائل کا شکار ہے ایسے حالات میں اس تنازع کو پالتے رہنے سے مسائل مزید الجھیں گے اور یہ ملک کے لیے سخت مضر ہوگا، مدارس پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ وہ عصری تعلیم نہیں دیتے۔

اول تو اس وقت بیشتر مدارس اپنے وسائل کے تحت دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی دے رہے ہیں اور ان کے طلبہ سرکاری بورڈز کے امتحانات میں پوزیشن لے رہے ہیں، جہاں اس کی کمی ہے دینی مدارس اسے خود اپنی ضرورت سمجھ کر اس کے لیے کوشاں ہیں۔

دوسرے یہ کہ یہ ادارے قرآن وحدیث اور اسلامی فقہ کی تعلیم کے لیے مختص ہیں، ضروری عصری تعلیم کے بعد اگر ان کا سارا زور قرآن وحدیث اور فقہ پر ہو تو اسپیشلائیزیشن کے اس دور میں اس کی حکمت ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی لاء کالج سے یہ مطالبہ کرنا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے ماہرین کیوں پیدا نہیں کرتا، ایک لغو مطالبہ ہے۔ لیکن ہمارا تجربہ یہ ہے کہ عصری تعلیم کا شوشہ دراصل انہیں حکومت کے ماتحت کرنے کے لیے چھوڑا گیا ہے تاکہ علماء اور اہل مدارس کو دینی معاملات میں حق گوئی سے روکا جاسکے، یہ متفقہ اجتماع واضح کرنا چاہتا ہے کہ مدارس ایسی کسی کاوش کو کسی قیمت پر قبول نہیں کریں گے۔

(۱۰) یہ اجتماع بیت المقدس اور فلسطین کی آزادی کی جدوجہد کی دل وجان سے نہ صرف حمایت کرتا ہے بلکہ اس بات کو ہر مسلمان کا فریضہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی استطاعت کی حد تک اس مقصد کے حصول کے لیے کسی کوشش سے دریغ نہ کرے۔ اگرچہ ظاہری سطح پر جنگ بندی کا اعلان ہوگیا ہے لیکن اسرائیل کی طرف سے بے گناہوں کو نشانہ بنانے اور ان کو امداد پہنچانے میں رکاوٹیں ڈالنے کا سلسلہ جاری ہے۔ ایسے حالات میں مسلمان ملکوں سے یہ مطالبہ کیا جارہا کہ وہ اپنی افواج کو وہاں بھیج کر حماس کو غیر مسلح کریں۔ متعدد مسلمان حکومتیں اس سے انکار کرچکی ہیں اور اب پاکستان پر دباؤ بڑھایا جارہا ہے، یہ اجتماع پوری تاکید کے ساتھ حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حماس کو غیر مسلح کرنے کے لیے اپنی افواج کو بھیجنے سے گریز کرے۔ اور اس سلسلہ میں کسی دباؤ میں نہ آئے، الحمدللہ پاکستان کی افواج جذبۂ جہاد سے آراستہ ہیں اور انہیں آزادی بیت المقدس یا آزادی فلسطین کی کسی مقدس جدوجہد کے خلاف کھڑا کرنے کا تصور بھی قوم کے لیے ناممکن ہے، اس سازش سے ملک کو محفوظ بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے جس کا ہم پرزور مطالبہ کرتے ہیں۔

ہم ارباب اقتدار سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ تمام مکاتب فکر کے اس نمائندہ اجتماع کی طرف سے پیش کیے گئے ان مطالبات پر غور کیا جائے اور دستور پاکستان کی اصل روح کہ ''اس ملک میں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا'' پر عمل کرتے ہوئے مملکت پاکستان کے تمام قوانین کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وطن عزیز کو امن وسکون اور سلامتی کا گہوارہ بنائیں، اسے درپیش سیاسی، معاشی مشکلات اور دہشت گردی کے آسیب سے نجات عطا فرما کر جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت فرمائیں، اور یہاں صحیح معنیٰ میں اسلام کا بول بالا فرمائیں، آمین۔ فقط

عبدالناصر ترمذی

۸ رجب المرجب ۱۴۴۷ھ ۲۹ دسمبر ۲۰۲۵ء

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

وان یاتوکم اساریٰ تفٰدوھم ۔۔میں جس صورت کو بیان فرمایا گیا ہے اس کی ضروری تفصیل یہ ہے کہ:

مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو گروہ تھے ایک بنی قریظہ اور ایک بنی نضیر، اسی طرح مشرکین کے بھی دو گروہ تھے اوس اور خزرج ، بنی قریظہ قبیلہ اوس کے دوست تھے اور بنی نضیر خزرج کے ، اوس اور خزرج میں جب لڑائی ہوتی تو بنی قریظہ اوس کی اور بنی نضیر قبیلہ خزرج کی حمایت کرتے تھے ، ہر قبیلہ اپنے حلیف اور دوست کے ساتھ مل کر اپنے دشمن کو مارتا اور ملک سے نکالتا تھا۔

اگر کوئی یہودی جنگ میں قیدی ہوتا تو سب یہودی مل کر پیسے جمع کرتے اور اس قیدی کو چھڑا لیتے اور اگر کوئی پوچھتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو جبکہ تم خود ہی تو باہم جنگ کر کے ایک دوسرے کو مارتے ہو اور جلاوطن بھی کرتے ہو، تو جواب میں کہتے کہ توریت میں ہمیں اس طرح چھڑانے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑانا ہم پر واجب ہے۔ جہاں تک آپس کی جنگ کا تعلق ہے تو وہ فقط دنیوی مصالح کی بنا پر ہے، اگر ہم اپنے حلیف اور دوستوں کا ساتھ نہ دیں تو یہ ہمارے لئے عار کا باعث ہوگا اس ننگ وعار سے بچنے کیلئے ہمیں ان کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ۔أفتؤمنون ببعض الکتاب میں یہود کی اسی قبیح حرکت کا ذکر فرمایا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ شریعت کا جو حکم تمہاری خواہش کے مطابق ہو تم اس پر عمل کرتے ہو اور جو تمہاری خواہش کے مطابق نہ ہو اسے بغیر کسی پرواہ کے توڑ دیتے ہو، اب اس کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تمہارے لئے ذلت اور

رسوائی ہواور آخرت میں سخت عذاب (یہاں جن دوسزاؤں کا ذکر ہے ان میں سے پہلی سزا یعنی دنیامیں ذلت اور رسوائی کا وقوع اس طرح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کی خلاف ورزی کے سبب بنی قریظہ قتل وقید کئے گئے اور بنی نضیر ملک شام کی طرف بہزار ذلت وخواری نکال دیئے گئے۔(معارف القرآن:297)

اولٰئك الذين اشتروا الحيٰوة الدنيا بالآخرة فلا يخفف عنهم العذاب ولاهم ينصرون۔(البقرة:٨٦) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے خرید لیا ہے،لہٰذا نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

ولقد اٰتينا موسى الكتٰب وقفينا من بعده بالرسل وآتينا عيسى ابن مريم البينٰت وايدناه بروح القدس أفكلما جائكم رسول بما لا تهوىٰ انفسكم استكبرتم ففريقاً كذبتم وفريقاً تقتلون۔(البقرة ٨٧) اور بلاشبہ ہم نے حضرت موسیٰ کو روشن کتاب دی اور پھر ان کے پاس ہم نے ایک دوسرے کے بعد پیغمبر بھیجے اور ہم نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو واضح اور روشن دلائل دیکر بھیجا اور روح القدس کے ذریعہ انہیں تقویت عطا کی۔اور جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس ایسا حکم لے کر آیا جسے تمہارے دل نہیں چاہتے تھے تو تم نے تکبر کیا،پس رسول کے ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کر دیا۔

تفسیر

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس کتاب دینے کا ذکر ہے اس سے مراد توریت ہے،حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے توریت دے کر پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور پھر ان کے بعد مسلسل انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا تا کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عہد یاد دلاتے رہیں اور شریعت موسوی کی اتباع کا حکم دیتے رہیں۔بنی اسرائیل کے آخر میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑے واضح دلائل کے ساتھ مبعوث فرمایا اور حضرت جبرئیل کے ذریعہ ان کو قوت دی وہ ہر وقت ان کے ساتھ رہتے اور دشمنوں سے

ان کی حفاظت فرماتے تھے۔قرآن وحدیث میں جابجا حضرت جبرئیل علیہ السلام کوروح القدس کہا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت میں کہا گیا ہے، نیز:قل نزله روح القدس اورحدیث میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے۔

وجبریل رسول اللّٰه فینا وروح القدس لیس له کفاء

اور جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی کئی طرح تائید ہوئی۔اول تو ولادت کے وقت مس شیطان سے حفاظت کی گئی پھران کے دم کرنے سے حمل عیسیٰ قرار پایا پھر چونکہ یہود چونکہ کثرت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف تھے اس لئے جبرئیل علیہ السلام حفاظت کیلئے ساتھ رہتے تھے حتی کہ آخر میں ان کے ذریعہ سے آسمان پر اٹھالئے گئے۔یہود نے بہت سے پیغمبروں کی تکذیب کی حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی تکذیب کی اور حضرت زکریا وحضرت یحیٰ علیہما السلام کوقتل بھی کیا۔(معارف القرآن ص299ج1)

اللہ تعالیٰ کا حکم آجانے کے بعد عقل کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اسے مانتے اوردل وجان سے رسولوں کی اطاعت کرتے اوراپنے نفس کی مخالفت کرتے لیکن ان نادانوں نے اس کی بجائے نہ صرف یہ کہ رسولوں کی زبانی مخالفت کی بلکہ ایک جماعت کوقتل بھی کرڈالا اس لئے دائمی سزا کے مستحق ہوئے۔

وقالوا قلوبنا غلف بل لعنهم اللّٰه بکفرهم فقلیلاً مایؤمنون۔ (البقرة:۸۸)

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں،نہیں بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر پھٹکار ڈال رکھی ہے اس لیے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

تفسیر

بنی اسرائیل نے پہلے انبیاء کرام کے ساتھ جو کچھ کیا اس کا ذکر کرنے کے بعد اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے جو کچھ کیا اس کا ذکر فرماتے ہیں۔انبیاء کرام علیہم السلام سے وہ ازراہ تکبر وفخر کہتے تھے: وقالوا قلوبنا غلف ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں۔

یعنی ہم پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق کے قبول نہ کرنے کی اصل وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: بل لعنهم الله بكفرهم بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار کی وجہ سے ان پر لعنت فرمائی ہے: فقليلا مايومنون اس لئے یہ لوگ بہت ہی قلیل ایمان لاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ غلاف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کی رحمت سے دوری کی وجہ سے صحیح بات کے قبول کرنے سے دور ہیں، فقليلا مايومنون سے اسی کو واضح فرمادیا۔ دین کی تمام باتوں کے ماننے کا نام ایمان ہے کسی ایک بات کا بھی انکار کردیا تو ایمان نہیں رہے گا۔

فائدہ از بیان القرآن

تھوڑا سا ایمان ان امور کی بابت جوان کے مذہب اور ایمان میں مشترک ہیں مثلاً خدا کا قائل ہونا، قیامت کا قائل ہونا کہ ان امور کے وہ بھی قائل تھے لیکن نبوت محمدیہ اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے منکر تھے اس لئے پورا ایمان نہ تھا، الخ۔

فائدہ: غلف کی مذکورہ بالا تفسیر غلف کو اغلف کی جمع قرار دے کر کی گئی ہے، اغلف اس چیز کو کہتے ہیں جو پردہ میں مستور ہو تو اس صورت میں قلوبنا غلف کے یہی معنی ہوں گے ہمارے دلوں پر غلاف ہے اس لئے آپ کی بات ہم تک نہیں پہنچتی۔ قالہ مجاہد وقتادہ۔

اور اگر غلف کو غلاف کی جمع قرار دیا جائے تو پھر معنی ہوں گے ہمارے دل علم کے غلاف اور برتن ہیں ان میں ہر قسم کا علم بھرا ہوا ہے ہمیں تمہارے علم کی ضرورت نہیں۔

حق تعالیٰ نے بل لعنهم الله بكفرهم سے ان کے اس قول کو رد فرمادیا اور ان کے حق کے قبول نہ کرنے کی اصل وجہ بتادی کہ وہ حق تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے۔

قلوب کی چار قسمیں ہیں جس کی تفصیل درمنثور کی ایک روایت میں ہے، نبی کریم ﷺ نے اس میں مومن کے قلب کو آئینہ کی طرح شفاف فرمایا ہے جس میں ایمان کا چراغ روشن ہے، اہل ایمان کے قلب کی یہی شان ہوتی ہے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتے رہنا چاہیے، اللهم نورقلوبنابانوارطاعتك ومعرفتك يارب العلمين ويارحم الراحمين۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

نیک مقاصد کے لیے دنیا کی دولت حاصل کرنے کی فضیلت

عَنْ أَبِي كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيِّ،أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:ثَلَاثٌ أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ فَامَّا الَّذِي أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ فَإِنَّهُ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ ، وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ بِهَا عِزًّا،وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهَا بَابَ فَقْرٍ وَامَّا الَّذِي أُحَدِّثُكُمْ فَاحْفَظُوهُ فَقَالَ:"إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ،عَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ،وَيَصِلُ رَحِمَهُ،وَيَعْمَلُ لِلَّهِ فِيهِ بِحَقِّهِ،فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ،وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًافَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ:لَوْأَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ،وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا ، فَهُوَ يَتَخَبَّطُ فِي مَالِهِ لِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ ، وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ،وَلَا يَعْمَلُ فِيهِ بِحَقٍّ،فَهَذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ،وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللَّهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ:لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ نِيَّتُهُ وَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ"۔(رواہ الترمذی)

ابو کبشہ انماری سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ تین باتیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ان کے علاوہ ایک اور بات ہے جس کو میں تم سے بیان کرنا چاہتا ہوں، پس تم اس کو یاد کرلو! جن تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں، ان میں ایک تو یہ ہے کہ کسی بندہ کا مال صدقہ کی وجہ سے کم نہیں ہوتا، (یعنی کوئی شخص اپنا مال راہِ خدا میں دینے کے سبب سے کبھی مفلس و نادار نہیں ہوگا، بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی، اور جس خدا کی راہ میں وہ صدقہ کرے گا، وہ اپنے خزانہ غیب سے اس کو دیتا

رہے گا) اور (دوسری بات یہ ہے کہ) نہیں ظلم کیا جائے گا کسی بندہ پر ایسا ظلم جس پر وہ مظلوم بندہ صبر کرے، مگر اللہ تعالیٰ اس کے عوض بڑھا دے گا اس کی عزت (یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ قانون مقرر فرمایا ہے کہ جب کسی بندہ پر ناحق کوئی ظلم کیا جائے، اور اس کو ستایا جائے، اور وہ بندہ صبر کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کی عزت و رفعت دنیا میں بھی بڑھائے گا) اور (تیسری بات یہ ہے کہ) نہیں کھولے گا کوئی بندہ سوال کا دروازہ مگر اللہ کھول دے گا اس پر فقر کا دروازہ (یعنی جو بندہ مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا پیشہ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے کہ فقر و محتاجی اس پر مسلط ہوگی، گویا یہ تینوں اللہ کے ایسے اٹل فیصلے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ، میں ان پر قسم کھا سکتا ہوں۔ (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اور جو بات میں ان کے علاوہ تم سے بیان کرنا چاہتا تھا، جس کو تمہیں یاد کر لینا اور یاد رکھنا چاہئے وہ یہ ہے کہ دنیا چار قسم کے آدمیوں کے لئے ہے (یعنی اس دنیا میں چار طرح کے آدمی ہیں) ایک وہ بندے جن کو اللہ نے مال دیا ہے اور صحیح طریق زندگی کا علم بھی ان کو دیا ہے، پس وہ اس مال کے صرف و استعمال میں اللہ سے ڈرتے ہیں، اور اس کے ذریعہ صلہ رحمی (یعنی اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ سلوک اور ان کی ہمدردی) کرتے ہیں، اور اس میں جو عمل اور تصرف کرنا چاہئے اللہ کی رضا کے لئے وہی کرتے ہیں۔ پس ایسے بندے سب سے اعلیٰ و افضل مرتبہ پر فائز ہیں۔ اور (دوسری قسم) وہ بندے ہیں جن کو اللہ نے صحیح علم (اور صحیح جذبہ) تو عطا فرمایا ہے، لیکن ان کو مال نہیں دیا، پس ان کی نیت صحیح اور سچی ہے، اور وہ اپنے دل و زبان سے کہتے ہیں، کہ ہمیں مال مل جائے تو ہم بھی فلاں (نیک بندے) کی طرح اس کو کام میں لائیں (اور اللہ کی ہدایت کے مطابق وہ جن اچھے مصارف میں صرف کرتا ہے، ہم بھی ان ہی میں صرف کریں) پس ان دونوں کا اجر برابر ہے (یعنی دوسری قسم کے ان لوگوں کو حسنِ نیت کی وجہ سے پہلی قسم والوں کے برابر ہی ثواب ملے گا)۔ اور (تیسری قسم) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے مال دیا، اور اس کے صرف و استعمال کا صحیح علم

(اور صحیح جذبہ) نہیں دیا، پس وہ نادانی کے ساتھ، اور خدا سے بے خوف ہو کر اس مال کو اندھا دُھند غلط راہوں میں خرچ کرتے ہیں، اس کے ذریعہ صلہ رحمی نہیں کرتے، اور جس طرح اس کو صرف واستعمال کرنا چاہئے اس طرح نہیں کرتے۔ پس یہ لوگ سب سے بُرے مقام پر ہیں۔ اور (چوتھی قسم) وہ لوگ ہیں، جن کو اللہ نے مال بھی نہیں دیا، اور صحیح علم (اور صحیح جذبہ) بھی نہیں دیا، پس ان کا حال یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں، کہ اگر ہمیں مال مل جائے، تو ہم بھی فلاں (عیاش اور فضول خرچ) شخص کی طرح، اور اسی کے طریقے پر صرف کریں (یعنی اس شخص کی طرح ہم) بھی عیاش اور فضول خرچی کریں) پس یہی ان کی نیت ہے اور ان دونوں گروہوں کا گناہ برابر ہے (یعنی آخری قسم کے لوگوں کو ان کی بری نیت کی وجہ سے وہی گناہ ہوگا جو تیسری قسم کے لوگوں کو ان کے برے اعمال کا گناہ ہوگا۔

تشریح: حدیث کے نفس، مطلب کی وضاحت ترجمہ کے ساتھ ساتھ کر دی گئی ہے، البتہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ برے عمل کی جس نیت پر گرفت ہے، اور جو گویا بُرے عمل ہی کی طرح گناہ ہے، وہ عزم کا درجہ ہے، یعنی بندہ کو اس گناہ کا شوق اور اپنی طرف سے اس کے کر گزرنے کا مصمم ارادہ ہو، چاہے کسی مجبوری کی وجہ سے پھر کر نہ سکے۔ پس جب کسی گناہ کی نیت اس درجہ کی ہوگی تو اس گناہ ہی کی طرح وہ بھی معصیت ہوگی، اور بندہ اس پر سزا کا مستحق ہوگا۔

معصیت کی زندگی کے ساتھ اگر دنیا میں نعمتیں مل رہی ہیں تو یہ استدراج ہے

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَيْتَ اللهَ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلَى مَعَاصِيهِ مَا يُحِبُّ، فَإِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ) (رواہ احمد)

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اس کی معصیت کوشی اور نافرمانی کے باوجود دنیا کی وہ نعمتیں (مال و دولت

اور راحت وعزت وغیرہ) دے رہا ہے، جن کا وہ بندہ خواہاں اور طالب ہے، تو سمجھ لو کہ وہ اس کے حق میں استدراج ہے۔ یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے (بطور استشہاد کے) قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی: فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ، الآية ۔جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: جب انہوں نے بھلا دیا ان باتوں کو جن کی ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے کھول دیئے ان پر دنیا کی سب نعمتوں کے دروازے، یہاں تک کہ جب وہ ان نعمتوں کے ملنے پر خوب مست ہوئے، اور اترائے، تو ہم نے ایک دم ان کو اپنی سخت پکڑ میں لے لیا، پس وہ حیران وششدر اور آئندہ کے لیے بالکل نا اُمید ہو کر رہ گئے۔

تشریح: اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے جو قوانین چل رہے ہیں جن کے مطابق افراد یا اقوام کے ساتھ وہ معاملہ فرماتا ہے ان میں سے ایک ''استدراج'' بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کا کوئی مجرم اور باغی بندہ یا گروہ معصیت کوشی اور سرکشی میں حد سے بڑھ جاتا ہے، اور آخرت اور خدا کے احکام سے بالکل بے پروا اور بے فکر ہو کر زندگی گذارنے لگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہو کر کبھی کبھی ایسا بھی کرتا ہے کہ اس کی رسی اور دراز کر دی جاتی ہے، اور کچھ مدت کے لیے نعمتوں کے دروازے اس پر کھول دیئے جاتے ہیں، تا کہ وہ اور زیادہ اطمینان اور سرمستی کے ساتھ اس خدا سے فراموشی اور سرکشی میں آگے بڑھتا رہے، اور پھر بڑی سے بڑی سزا پائے۔ دین کی خاص زبان میں اللہ تعالیٰ کے اس معاملہ کو ''استدراج'' کہا جاتا ہے۔ پس مندرجہ بالا حدیث کا مطلب یہ ہوا، کہ جب کسی بندہ یا گروہ کو تم اس حال میں دیکھو کہ وہ خدا اور آخرت کو بالکل بُھلا کر مجرمانہ اور باغیانہ زندگی گذار رہے ہیں، اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو انواع واقسام کی نعمتیں مل رہی ہیں۔ اور وہ دنیا کے مزے لوٹ رہے ہیں، تو کسی کو یہ مغالطہ نہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو کر اپنی نعمتیں ان پر اُنڈیل رہا ہے، بلکہ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی رسی دراز کر رہا ہے، اور ان کا آخری انجام بہت برا ہونے والا ہے۔ (معارف الحدیث)

مرسلہ: بندہ محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

از جمیل الکلام بقلم فقیہ الامۃ حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

فرمایا آج کل حریت کا غلبہ ہے مگر حریت وہ مطلوب ہے جس میں راحت ہو اور شرعی حدود کے اندر ہو نہ کہ جس سے حدود میں خلل پڑے، مجھے تو یہاں تک آزادی کی قدر ہے کہ ایک دفعہ ریل میں ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب کا ساتھ ہو گیا، خواجہ صاحب نے تعارف کرایا، اتنے میں مغرب کا وقت آ گیا، ہم سب نے نماز کا اہتمام کیا مگر وہ بیٹھے رہے ان کا نام عزیز الدین تھا خواجہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم ان سے نماز کو کہو تو اثر ہوگا، میں نے کہا کہ جنت میں تو جائیں عزیز الدین اور احسان ہو اشرف علی پر، میں بلا ضرورت زیادہ روک ٹوک نہیں کیا کرتا کہ دوسرے کے مقصود آزادی کے خلاف ہے البتہ ضرورت شرعیہ مستثنیٰ ہے، وہ سمجھتے تھے کہ شاید نماز کے بعد یہ منہ سے بھی نہ بولے مگر میں ان سے ویسے ہی انبساط کے ساتھ ملا اور باتیں کرتا رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ کہتے تھے کہ اس نے تو مجھے ذبح ہی کر دیا، اگر نماز کیلئے مجھ سے کہتا تو مغرب تو پڑھ لیتا مگر اس کے بعد پھر کچھ نہیں اور اب مغرب تو قضا ہوئی مگر اور سب نمازیں قائم ہو گئیں، پھر ایک عرصہ کے بعد وہ ہمارے ضلع میں سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو کر آئے اور میرے پاس ملنے آئے تو ان کے اردلی سے معلوم ہوا کہ اب نماز کے بہت پابند ہو گئے ہیں حتی کہ اجلاس بھی وضو کر کے کرتے ہیں، تو حریت کے حدود یہ ہیں اور اگر حریت ایسے ہی عام ہے تو میں کہتا ہوں کہ پھر حریت علی الاطلاق مطلوب ہی نہیں بلکہ بعض اسیری بہتر ہے ایسی آزادی سے، قال السعدی رحمہ اللہ تعالیٰ ؎

اسیرش نہ خواہد رہائی ز بند
شکارش نہ جوید خلاص از کمند

قال الرومی رحمہ اللہ تعالیٰ ؎

گر دو صد زنجیر آری بگسلم غیر زلف آن نگار مقبلم

فرمایا میرے اس سفر میں جو خط سے آنے کی اجازت مانگتا ہے تو میں لکھ دیتا ہوں کہ کچھ معلوم نہیں کہ جب آؤ تو میں یہاں ہوں یا نہ ہوں اور اس وقت مصلحت یا فرصت ملنے کی ہو یا نہ ہو، بعض ذہین ہوشیار آدمی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر تم نہ ہوئے یا ہمیں اجازت ملنے کی نہ ہوئی تو ہم کو رنج نہ ہوگا مگر ایک مخلص نے لکھا ہے کہ میں حالت موجودہ میں اس لئے نہیں آتا کہ اگر میں آیا اور تم نہ ہوئے اور پھر تم کو معلوم ہوا تو تم کو اس کا رنج ہوگا کہ فلاں شخص آیا تھا مگر میں نہیں ملا تو تمہارا یہ واقعی رنج مجھ کو گوارا نہیں اس لئے نہ ملنے کو ملنے پر ترجیح دی، کسی ایسے ہی عاشق کا شعر ہے ؎

ارید وصاله ویرید هجری فاترك ما ارید لما یرید

عارف شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے گویا اس کا ترجمہ کیا ہے ؎

میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق ترک کام خود گرفتم تا برآید کام دوست

فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے تو محبت میں رونا آتا ہے دعا کیجئے کہ یہ محبت قائم رہے، میں نے جواب دیا کہ میں تو ہنسنے کی محبت کی دعا کرتا ہوں نہ کہ رونے کی محبت کی، البتہ باطنی حالت ایسی ہونی چاہئے جیسے کہا گیا ہے ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رندان شو کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص نے خلیفۃ اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نظام دکن کو اپنے خلیفۃ اللہ ہونے کا اشتہار بھی بھیجا ہے فرمایا ایک معنی سے تو صحیح ہے (کہ آدم واولاد آدم انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے مصداق ہیں) مگر اس میں تو عموم ہے اور اس شخص کی مراد خاص ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

فقیہ الامت مفتی سید عبدالکریم گمھتلوی قدس سرہ

شعبان المعظم کے فضائل واحکام

یہ ماہ مبارک مقدمہ ہے رمضان شریف کا جیسا کہ ماہ شوال تتمہ ہے رمضان کا۔قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے جوارشادفرمایاہے:حٰمٓ والکتٰب المبین اناانزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ اناکنامنذرین فیہایفرق کل امرحکیم امرامن عندناانا کنامرسلین۔

یعنی قسم ہے کتاب واضح کی کہ ہم نے اس (کتاب) کوایک برکت والی رات میں اتاراہے، بے شک ہم آگاہ کرنے والے ہیں، ایسی رات میں ہرحکمت والامعاملہ ہمارے حکم سے طے کیاجاتاہے، بے شک ہم (آپ کو) پیغمبر بنانے والے ہیں۔

اس آیت میں برکت والی رات سے شعبان کی پندرہویں رات مراد ہے(ھٰکذا فسرہ عکرمہ،رواہ ابن جریروغیرہ)پس اس آیت سے اس ماہ کی اورخاص کر پندرہویں رات کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوگئی اوراس ماہ کے متعلق شریعت مقدسہ کے چنداحکام ثابت ہوئے ہیں:

(۱)اس کے چاندکا بہت اہتمام کرناچاہئے۔

(۲)پندرہویں شب کوعبادت کرنااورپندرہویں تاریخ کوروزہ رکھنامستحب ہے۔

(۳)نصف شعبان کے بعدروزہ رکھنا خلاف اولیٰ ہے۔

(۴)یوم الشک میں روزہ رکھنامنع ہے۔

یہ سب احکام احادیث میں مصرح ہیں،مختصرطور پرکچھ درج کیے جاتے ہیں:

ارشادفرمایارسول اللہ ﷺ نے شمار رکھوشعبان کے چاندکی رمضان کے لیے(یعنی جب ماہ شعبان کی تاریخ صحیح ہوگی تورمضان میں اختلاف کم ہوگا۔(ترمذی)

رسول اللہ ﷺشعبان کااتناخیال رکھتے تھے کہ کسی ماہ (کے چاند) کااتنا خیال نہ فرماتے تھے۔(ابوداود)

ان دونوں روایتوں سے قولاًوفعلاًاس ماہ کے چاندکااہتمام ثابت ہوگیا۔

اورارشادفرمایارسول اللہ ﷺ نے کہ جب آدھے شعبان کی یعنی پندرہویں رات ہوتو اس رات کوشب بیداری کرواوراس کے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات غروب آفتاب کے وقت ہی سے آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہےاور فرماتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت چاہے والا ہے کہ میں اس کوبخش دوں؟ کیا کوئی روزی مانگنے والا ہے کہ میں اس کوروزی دوں؟ کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ(عافیت کی دعامانگے اور) میں اس کوعافیت دوں؟ کیا کوئی ایسا ہے؟ کیا کوئی ایسا ہے؟(رات بھریہی رحمت کادریابہتارہتاہے) یہاں تک کہ صبح صادق ہوجاوے۔(ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے کہ میں نے اس رات (نفل) نماز کے سجدہ میں آنحضرت ﷺ کو یہ دعامانگتے ہوئے سنا:

اعوذبعفوك من عقابك واعوذبرضاك من سخطك واعوذبك منك جل وجهك لااحصي ثناءً عليك انت كمااثنيت على نفسك۔(بیہقی وسنن نسائی)

ترجمہ: تیرے غصہ سے تیری رضامندی کی پناہ لیتاہوں اور تیرے عقاب سے تیرے درگزر کرنے کی پناہ لیتاہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ مانگتاہوں، برتر ہےتو میں تیری تعریف پوری نہیں کرسکتا تو ویساہی ہے جیساتونے اپنی تعریف کی ہے۔

پھر جب صبح ہوئی تو میں نے اس دعا کا آپ سے ذکر کیااس پر آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اے عائشہ!اس کوسیکھ لے اوردوسروں کوبھی سکھادے، کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو سکھائی ہےاور کہاہے کہ اسے سجدہ میں بار بار پڑھوں۔

فائدہ:اسی روایت کے دوسرے طرق میں اوردعا بھی ہے بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی،جس کوشوق ہوماثبت بالسنۃ دیکھ لے۔حدیث سوم سے اس رات کی اوراس میں عبادت کرنے کی ونیز روزہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔اورحدیث چہارم سے ایک خاص دعامعلوم ہوگئی اورروایت مذکورہ کےعلاوہ اورروایات بھی اس شب مبارک کی فضیلت میں واردہوئی ہیں۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں ارشادفرمایاہے کہ:اس رات میں وہ سب بنی آدم بھی لکھ لیے جاتے ہیں جواس سال پیداہوں گےاوراسی میں وہ سب بنی آدم بھی لکھ لیے جاتے ہیں جواس سال میں مریں گےاوراسی رات میں ان کے اعمال

اٹھائے جاتے ہیں اور اسی میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔(بیہقی)

فائدہ: اعمال اٹھائے جانے سے مراد ان کا پیش ہونا ہے اور رزق نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس سال میں جو رزق ملنے والا ہے وہ سب لکھ دیا جاتا ہے اور یہ سب چیزیں پیشتر سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں مگر اس رات کو لکھ کر فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے، واللہ اعلم۔

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتا ہے شعبان کی پندرہویں رات میں پس مغفرت فرما دیتا ہے سب مخلوق کی مگر شرک اور کینہ والے شخص کے لیے (مغفرت نہیں فرماتا)۔(ابن ماجہ)

ایک اور روایت میں ہے مگر دو شخص ایک کینہ رکھنے والا اور ایک قتل ناحق کرنے والا اور ایک روایت میں ہے یا قطع رحم کرنے والا۔(عین ما ثبت بالسنۃ عن سعید بن منصور)

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نظر (رحمت) نہیں کرتا ہے اس رات میں (بھی) مشرک کی طرف اور نہ کینہ والے کی طرف اور نہ قاطع رحم (یعنی رشتہ ناتہ والوں سے بلاوجہ شرعی تعلق توڑنے والے) کی طرف اور نہ پائجامہ (وغیرہ) ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے کی طرف اور نہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کی طرف اور نہ ہمیشہ شراب پینے والے کی طرف (البتہ اگر کوئی توبہ کر چکا ہے تو رحمت خداوندی اس پر بھی متوجہ ہو جاتی ہے)۔(عین ما ثبت بالسنۃ عن البیہقی)

ان کے علاوہ اور گناہ گاروں پر بھی نظر رحمت نہ ہونا دوسری روایتوں میں آیا ہے۔ پس سب گناہوں سے توبہ کرنا چاہئے، سب روایتوں پر نظر ڈالنے سے احقر کی فہم ناقص میں یہ آتا ہے: کبائر بدوں توبہ معاف نہیں ہوتے اور صغائر سب اس رات کی برکت سے حق تعالیٰ معاف کر دیتا ہے، واللہ اعلم

(۷) ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ (اس رات میں) کلب کی بکریوں کے عدد سے بھی زیادہ (لوگوں) کی مغفرت فرما دیتا ہے۔(رواہ ابن ابی شیبہ والترمذی وابن ماجۃ والبیہقی قال فی جامع الاصول وزاد رزین ممن استحق النار ولیس فیہ حدیث فی الباب الا ھذا وجاء نحو بطریق متعددۃ) یعنی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ لوگ اتنی کثیر تعداد میں ایسے ہوتے جو (ارتکاب معاصی کے سبب) عذاب النار کے مستحق ہو چکے ہیں۔

فائدہ: اس رات کا نام شب براءت یعنی آزادی کی رات اسی واسطے رکھا گیا ہے کہ اس میں حق تعالیٰ گنہگاروں کو عذاب جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔ (وجاء الحدیث فی البیہقی بلفظ وللہ عتقاء من النار)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب شعبان آدھا ہو جاوے تو روزہ نہ رکھو۔ (ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے ہوئے کسی ماہ میں نہیں دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ (کل) ماہ شعبان میں روزہ رکھتے تھے سوائے تھوڑے دنوں کے (متفق علیہ)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبان کے نصف اخیر میں بھی آنحضرت ﷺ روزہ رکھتے تھے اور اس سے پہلی روایت میں اس کی ممانعت آئی ہے، اس لیے یوں کہا جائے گا کہ امت کے واسطے تو نصف آخیر کے روزے خلاف اولیٰ ہیں مگر حضور ﷺ اس سے مستثنیٰ تھے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس کو نصف اخیر میں روزے رکھ کر ضعف ہو جاوے کہ رمضان کے روزے رکھنا دشوار ہوں اس کے لیے ممانعت ہے اور جس کو ضعف نہ ہو اس کے واسطے مضائقہ نہیں، واللہ اعلم

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم سے کوئی شخص رمضان کے ایک یا دو دن پہلے سے روزہ نہ رکھے، مگر یہ کہ وہ شخص کسی (خاص) دن کا روزہ رکھا کرتا ہو (اور رمضان کے ایک دن پہلے وہ دن ہو، مثلاً ہر پیر کو روزہ رکھنے کا معمول ہے اور ۲۹ شعبان کو پیر کا دن ہے) تو وہ شخص اس دن بھی (نفل) روزہ (۱) رکھ لے (متفق علیہ)

اس سے یوم الشک کے روزہ کی ممانعت ثابت ہوگئی، اور ایک یا دو دن کا یہ مطلب ہے کہ بعض مرتبہ تو شعبان کا چاند بلا اختلاف نظر آجاتا ہے، ایسے موقع پر صرف ۳۰ شعبان کے متعلق شبہ ہوتا ہے اور بعض مرتبہ شعبان میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر ۲۹ کو بھی شبہ ہوتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ شبہ کی وجہ سے نہ ۲۹ کو روزہ رکھے نہ ۳۰ کو بلکہ جب شریعت کے مطابق ثابت

(۱) اور اگر وہ شخص بھی اس روز رمضان کا احتمال ہونے کی بنا پر روزہ رکھے تو اس کو بھی جائز نہیں۔ ۱۲ منہ

ہو جائے تب رمضان کو شروع سمجھا جائے، البتہ یوم شک میں یہ مستحب ہے کہ ضحوہ کبریٰ[1] تک خبر کا انتظار کیا جائے۔ اگر کہیں سے معتبر شہادت آجائے تو روزہ کی نیت کر لے ورنہ کھا پی لے۔

تتمہ عالمگیری میں تصریح ہے کہ شب براءت کو قبرستان میں جانا دوسرے اوقات میں جانے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے، اس لیے اس رات کو قبرستان میں جا کر مومنین اور مؤمنات کے واسطے دعا مانگنا چاہیے۔

منکرات ماہ ھذا

اس شب مبارک میں صرف دو تین باتیں ثابت ہیں۔

عبادت کرنا اور قبرستان میں جا کر دعائے مغفرت کرنا۔ اس کے علاوہ شریعت میں کچھ وارد نہیں ہوا، حتیٰ کہ اس رات کو ایصال ثواب وغیرہ کی بھی کوئی اصل نہیں۔ اگر مفصل دلائل مطلوب ہوں تو ''ترجیح الراجح'' حصہ سوم فصل سوم ضرور قابل ملاحظہ ہے۔ مگر جاہل لوگوں نے عبادت کی جگہ بہت سی بے ہودہ رسمیں ایجاد کر رکھی ہیں، جن کو سیدی مرشدی حضرت حکیم الامت تھانوی دامت برکاتہم نے ''اصلاح الرسوم'' میں بخوبی بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا بعینہ اصلاح الرسوم کی عبارت درج ذیل ہے:

شب براءت میں حدیث شریف سے اس قدر ثابت ہے کہ حضور ﷺ بحکم حق تعالیٰ جنت البقیع تشریف لے گئے اور اموات کے لیے استغفار فرمایا، اس سے آگے سب ایجاد ہے جس میں مفاسد کثیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔

(۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ کا دانداں مبارک جب شہید ہوا تھا آپ ﷺ نے حلوہ نوش فرمایا تھا، یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں اس لیے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

(۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی

---

(۱) صبح صادق سے غروب آفتاب تک جتنا وقت ہوتا ہے اس کے وسط وقت کو ضحوہ کبریٰ کہتے ہیں، اسے پہلے روزے کی نیت درست ہے، بعد میں نیت کرنا بے کار ہے۔ ۱۲ منہ

ہے یہ ان کی فاتحہ ہے۔یہ بھی محض بے اصل ہے اوراول توتعین تاریخ کی ضرورت نہیں۔ دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے۔آپ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی شعبان میں نہیں ہوئی۔

(۳) بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب براءت وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لیے کچھ پکایا یا نہیں۔ظاہر ہے کہ ایسا امر مخفی بجز دلیل نقل کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ یہاں ندارد ہے۔

(۴) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب براءت سے پہلے کوئی مرجاوے تو جب تک اس کے لیے فاتحہ شب براءت نہ کیا جاوے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا، یہ بھی محض تصنیف یاراں اور بالکل لغو ہے بلکہ رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مرجاوے تو کنبہ بھر میں پہلا تہوار نہیں ہوتا۔حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب مردہ مرتا ہے،مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے یہ نہیں کہ شب براءت میں انتظار رہتا ہے۔

(۵) حلوے کی ایسی پابندی ہے کہ بدوں اس کے سمجھتے ہیں کہ شب براءت ہی نہیں ہوئی۔اس پابندی میں اکثر فساد عقیدہ بھی ہوجاتا ہے کہ اس کو موکد ضروری سمجھنے لگتے ہیں، فساد عمل بھی ہوجاتا ہے۔فرائض وواجبات سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے لگتے ہیں اور ان دونوں کا معصیت ہونا فصل اول میں بالتشریح مذکور ہوچکا ہے۔

ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک اور خرابی ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ نیت بھی فاسد ہوجاتی ہے،ثواب وغیرہ کچھ مقصود نہیں رہتا ہے،خیال ہوجاتا ہے کہ اگر اب کے نہ کیا تو لوگ کہیں گے کہ اب کے خست اور ناداری نے گھیر لیا ہے۔اس الزام کے رفع کرنے کے لیے جس طرح بن پڑتا ہے مرمار کر کرتا ہے۔ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف وتفاخر ہے جس کا گناہ ہونا بارہا مذکور ہوچکا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کے لیے قرض سودی لینا پڑتا ہے، یہ جدا گناہ ہے۔

(۶) جو لوگ مستحق اعانت ہیں ان کو کوئی بھی نہیں دیتا، یا ادنیٰ درجہ کا پکا کر ان کو دیا جاتا ہے۔اکثر اہل ثروت وبرادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور نیت اس میں یہی ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے یہاں بھیجا ہے اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا۔غرض اس میں بھی ریاء وتفاخر ہوجاتا ہے۔

(۷) بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں،اس ایجاد کی وجہ آج تک معلوم نہیں ہوئی لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ موکد سمجھنا بلاشک معصیت ہے یہ تو کھانے پکانے میں مفاسد ایجاد کرتے ہیں ان کے علاوہ آتش بازی کی رسم اس شب میں شائع ہے۔اس کی نسبت اول باب میں بیان ہو چکا ہے حاجت اعادہ نہیں۔تیسرے زیادتی اس میں یہ کی گئی ہے کہ بعض لوگ شب بیداری کے لیے فرائض سے زیادہ اس میں لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں،ہر چند کہ اجتماع سے شب بیداری سہل تو ہو جاتی ہے مگر نفلی عبادت کے لیے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا یہ خود خلاف شریعت ہے جیسا کہ اسی باب کی فصل اول میں بیان ہو چکا ہے۔البتہ اتفاقاً کچھ لوگ جمع ہو گئے اس کا مضائقہ نہیں۔

(۸) بعض لوگوں نے اس میں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور خود اس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا عادت کر لی ہے۔یہ رسم بالکل کفار کی نقل ہے اور حدیث تشبہ سے حرام ہے۔

چونکہ حضرت والا آتش بازی کا بیان باب اول کی فصل سوم میں تحریر فرما چکے ہیں،اس واسطے دوبارہ اس کو تحریر کرنے کی حاجت نہ تھی مگر اس جگہ تتمیم فائدہ کی غرض سے اس رسم کے رد کو ضروری سمجھ کر ''ماثبت بالسنۃ'' سے کچھ مضمون لکھا جاتا ہے جو خاص طور پر حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی قدس سرہ مؤلف ماثبت بالسنۃ نے شب براءت میں آتش بازی کا بے ہودہ مشغلہ کرنے والوں کے متعلق تحریر فرمایا ہے،وھوھذا۔

اور بدعت شنیعہ میں سے وہ رسم ہے جس کا اکثر بلاد ہند میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے،یعنی چراغ جلانا اور ان کو مکانوں اور دیواروں پر رکھنا اور اس پر فخر کرنا اور آتش بازی کے ساتھ لہو ولعب کے لیے جمع ہونا کیونکہ یہ وہ امر ہے جس کی معتبر کتابوں میں کوئی اصل نہیں بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی نہیں،اور کوئی ضعیف اور موضوع روایت تک بھی اس کے بارے میں وارد نہیں ہوئی اور نہ اس کا بلاد ہند کے سوا کسی ملک میں رواج نہ حرمین شریفین میں زادہما اللہ تعظیماً تشریفاً اور نہ ان کے سوا عرب کے دیگر حصص میں اور نہ بلاد عجم میں،سوائے ہندوستان کے بلکہ ممکن ہے کہ اور یہی ظن غالب ہے کہ ہندوؤں کی رسم دیوالی سے اس رسم کو لیا گیا ہے کیونکہ ہندوستان میں عموماً رسوم بدعیہ زمانہ کفر ہی کی باقی ہیں اور مسلمانوں میں (کفار کے ساتھ) میل

جول کرنے اور کفار (کی نسل) میں سے باندیاں اور بیویاں رکھنے کے سبب پھیل گئی ہیں۔

بعض علماء متاخرین نے فرمایا ہے کہ خاص خاص راتوں میں بکثرت چراغ جلانے کا رواج بدعات شنیعہ سے ہے کیونکہ حاجت سے زیادہ چراغ جلانے کے رواج میں کسی موقع پر بھی کوئی اثر شرعی منقول نہیں اور علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ روشنی کی بدعت اول برامکہ سے شروع ہوئی، وہ لوگ آتش پرست تھے۔ پس جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے اسلام میں وہ بات داخل کرلی جس کو اپنی ملمع سازی سے اسلامی طریقہ قرار دے دیا اور (اس سے) ان کی اصل غرض صرف آتش پرستی تھی جبکہ مسلمانوں کے ساتھ ان چراغوں کی طرف سجدہ کرتے تھے (یعنی مسجد میں صف سے آگے چراغ ہوں گے تو آتش پرستی بھی ہوجاوے گی، نعوذ باللہ مسلمان ہوکر بھی شرک کا روگ دلوں میں رہا) اور پھر اس کو جاہل اماموں نے صلوٰۃ الرغائب وغیرہ کی طرح عوام کو جمع کرنے اور ریاست ووجاہت حاصل ہونے کا جال بنالیا اور قصہ خوانوں نے اپنی مجلسوں کو اس کے ذکر سے پر کردیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ائمہ ہدیٰ کو ایسے منکرات دور کرنے کے لیے کھڑا کیا تو وہ مٹ گئے اور آٹھویں صدی کے شروع میں بلاد مصر وشام سے بالکل اٹھ گئے، آہ۔

فائدہ: اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ روشنی اور آرائش بازی کی رسم قبیح اسراف بے جا وغیرہ کی وجہ سے سخت حرام ہونے کے علاوہ رسوم شرکیہ میں سے ہیں اور جو شخص رسوم شرکیہ کا ارتکاب کرے اس کے متعلق بموجب حدیث: من تشبہ بقوم فھو منھم سخت اندیشہ ہے کہ ان مشرکین کے ساتھ اس کا حشر ہو جنہوں نے یہ رسوم شرکیہ جاری کی تھیں۔

کیا اب بھی لوگ ان خرافات سے باز نہ آئیں گے؟ حق تعالیٰ تمام رسوم بدعیہ وشرکیہ کو دنیا سے جلد مٹادے اور اسلامی سنت کو جاری فرمادے، آمین ثم آمین۔

خطاب: فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ
ترتیب وتخریج: حافظ دلشاد حبیب سلمہ

روضۂ اطہر کی فضیلت وعظمت

اعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم: وَلَوْ اَنَّھُم اِذ ظَّلَمُوا اَنفُسَھُم جَاءُوكَ فَاستَغفَرُوا اللّٰہَ وَاستَغفَرَ لَھُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَحِیمًا (النساء: 64) اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اس وقت تمہارے پاس آ کر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان پاتے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

زیارتِ روضۂ اطہر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: وَلَوْ اَنَّھُم اِذ ظَّلَمُوا اَنفُسَھُم جَاءُوكَ فَاستَغفَرُوا اللّٰہَ وَاستَغفَرَ لَھُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَحِیمًا (النساء: 64)

دوستو، عزیزو: اس آیتِ کریمہ میں واضح طور پر یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جب لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کریں تو نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوں، اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول ﷺ ان کے لیے استغفار کریں، تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم فرمانے والا پائیں گے۔ یہ آیت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی اصل، اس کا فائدہ اور اس کی روحانی تاثیر کو بیان کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی عظمت

نبی کریم ﷺ کے اوصاف خاصہ میں سے ایک وصف یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اسی مقام پر دفن کیا گیا جہاں آپ ﷺ کا وصال ہوا، اور یہ بات بالکل متفق علیہ ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرۂ مبارک تھا۔ یہی حجرہ آج قبرِ انور کا مقام ہے، جو

عظمتوں، برکتوں اور شرافتوں کا مرکز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خاص خاص رحمتیں اس حصہ مبارک پر مسلسل نازل ہوتی ہیں، اور اللہ جل جلالہ نے اس جگہ کو تمام مقامات اور مکانات میں سب سے بڑھ کر شرف، عظمت اور فضیلت عطا فرمائی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ (صحیح البخاری، کتاب فضل الصلاۃ، حدیث: 1195) یعنی میرے گھر اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

جب روضہ اقدس کو یہ عظمت حاصل ہے تو قبرِ مبارک، جو اسی حجرے میں ہے، بدرجہ اولیٰ شرف وفضیلت کی حامل ہے۔

عرشِ الٰہی اور صفتِ رحمانیت

یہ بات مشہور اور مسلم ہے کہ عرشِ الٰہی عظمتوں والا مقام ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات میں جو برکتیں اور فضیلتیں رکھی ہیں، عرشِ الٰہی ان سب میں سب سے زیادہ برکت اور عظمت کا حامل ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے: الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى فرما کر عرش کی عظمت کو صفتِ رحمانیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عرش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت، خصوصی قرب اور صفتِ رحمانیت کی ایک نمایاں خصوصیت وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کی جو خاص تجلی عرشِ الٰہی پر ہے، وہ کسی اور مقام پر اس درجے میں نہیں۔ اسی لیے قرآنِ کریم میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ اللہ عرش پر مستوی ہے، بلکہ فرمایا گیا:

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۔ اس میں صفتِ رحمان کے ساتھ عرش کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عرش پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خاص تجلی اور خصوصی ظہور ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش میں محدود ہے یا عرش اس کا مکان ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان، جسم اور جسمانیت سے پاک ہے۔ جو چیز کسی مکان میں آجائے وہ

حد میں آ جاتی ہے، اور جو حد میں آ جائے وہ محدود ہو جاتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ لامحدود ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کسی مکان کا محتاج ہے اور نہ کسی جگہ میں سماتا ہے۔ عرش کتنا ہی عظیم اور وسیع کیوں نہ ہو، وہ بھی ایک مخلوق ہے اور ہر مخلوق کی ایک حد ہوتی ہے۔ اس لیے عرش اللہ تعالیٰ کے لیے مکان نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ تو تمام مکانوں اور زمانوں کا خالق ہے۔

یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں ہو، کیونکہ وہ مکانوں کے وجود میں آنے سے پہلے بھی موجود تھا، وہ زمانوں کے پیدا ہونے سے پہلے بھی موجود تھا، وہ ہر حد کو بنانے والا ہے، خود کسی حد میں نہیں آ سکتا، خالق کبھی مخلوق کا محتاج نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی کسی چیز کے اندر محدود ہوسکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کو وراء الوراء ذات کہا جاتا ہے، جو مکان اور زمان دونوں کی قیود سے ماورا ہے۔ نہ وہ مکان کی حد میں آتا ہے اور نہ زمان کی حد میں داخل ہوتا ہے۔ پس الرَّحمٰنُ عَلَی العَرشِ استَوَی کا صحیح اور معتدل مفہوم یہی ہے کہ:

''عرش پر اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کا خاص ظہور اور خصوصی تجلی ہے، نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں مقید یا محدود ہے''۔

یہی اہلِ سنت والجماعت کا متوازن، محفوظ اور صحیح اعتقادی موقف ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیءٌ (الشوریٰ:11) یعنی اللہ تعالیٰ جیسی کوئی چیز نہیں، لہٰذا وہ مکان، جسم، حدود اور زمان سے پاک ہے۔ عرش اللہ تعالیٰ کا مکان نہیں بلکہ اس کی عظمت اور رحمت کے ظہور کی جگہ ہے۔

کعبۃ اللہ اور تجلیِ مسجودیت

کعبۃ اللہ پر تجلیِ مسجودیت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سجدہ کرنے کے لیے ایک خاص سمت اور نشانی مقرر فرمادی کہ اس طرف رخ کر کے سجدہ کرو تو وہ سجدہ میری ہی بارگاہ میں ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی وہ خاص تجلی جو سجدے کا تقاضا کرتی ہے، اللہ جل جلالہ

نے کعبۃ اللہ پر رکھی ہے،اور نمازی اسی تجلی کی طرف سجدہ کرتا ہے۔

ساجد درحقیقت اینٹوں اور پتھروں کو سجدہ نہیں کرتا، بلکہ اس تجلی الٰہی کو سجدہ کرتا ہے جو کعبۃ اللہ پر فائز ہے۔یہی تجلی ہر وقت جاری رہتی ہے،اور اسی وجہ سے وہ تجلی کعبۃ اللہ کی چھت سے اوپر بھی قائم ہے۔اگر کوئی شخص کعبۃ اللہ کی دیواروں سے بہت بلند مقام پر نماز ادا کر رہا ہو، یہاں تک کہ عمارت نظر بھی نہ آ رہی ہو،تب بھی اس کا سجدہ درست ہوتا ہے، کیونکہ وہاں بھی وہی تجلی الٰہی مسجود ہے۔

اسی بنا پر جو شخص حرم میں ہوائی جہاز میں نماز پڑھ رہا ہو، یا کعبۃ اللہ کی چھت سے کہیں زیادہ اونچائی پر ہو، وہ بھی نماز میں کعبۃ اللہ ہی کی طرف توجہ کرتا ہے۔اس لیے کہ کعبۃ اللہ کی ایک ظاہری صورت ہے، جو اینٹوں اور پتھروں سے بنی ہوئی عمارت ہے،اور ایک اس کی باطنی حقیقت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی وہ خاص تجلی ہے جو اس پر نازل ہوتی ہے۔یہ تجلی عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک جاری ہے۔جو شخص نیچے ہو کر نماز ادا کر رہا ہے، وہ بھی کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہے،اور جو شخص بلند مقام پر ہو کر نماز پڑھ رہا ہے، وہ بھی اسی سمت رخ کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے سجدے کی ایک علامت مقرر فرما دی ہے کہ میرے لیے جب سجدہ کرو تو اسی سمت کرو۔فَوَلِّ وَجهكَ شَطرَ المَسجِدِ الحَرَامِ (البقرہ:144)

پس کعبۃ اللہ کی اصل حقیقت یہی ہے کہ وہ سجدہ گاہِ الٰہی ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کی تجلیِ مسجودیت قائم ہے،اور اسی تجلی کی طرف بندہ جھک کر سجدہ کرتا ہے۔

اگرچہ عرش پر اللہ تعالیٰ کی عظیم تجلیات ہیں اور کعبۃ اللہ مسجودیت کا مرکز ہے،لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں جو خاص محبت،عنایت اور خصوصی تجلیات نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں، وہ کسی اور ہستی یا مقام کو حاصل نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:وَرَفَعنَا لَكَ ذِكرَكَ (الم نشرح:4)اور فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ

وَمَلَائِکَتہ یُصَلُّونَ عَلی النّبی (الاحزاب:56) یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت، تجلیات اور عنایات کے مرکز ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے جسدِ اطہر کی خصوصی شان

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہستیاں انبیائے کرام علیہم السلام ہیں، اور ان تمام انبیاء میں سب سے زیادہ محبوب، مکرم اور مقرب ذات نبی کریم محمد ﷺ کی ہے۔ اسی خصوصی محبوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو رحمتیں، خصوصی تجلیات اور انوار و برکات نبی کریم ﷺ کے جسدِ اطہر پر نازل ہوتی ہیں، وہ نہ کعبۃ اللہ پر اس درجے میں ہیں اور نہ عرشِ الٰہی پر۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں نہ کوئی ذات اور نہ کوئی مقام ایسا ہے جسے وہ شرافت، نورانیت اور خصوصی انوار حاصل ہوں جو نبی کریم ﷺ کے جسدِ مبارک کو حاصل ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ دنیا میں جلوہ افروز تھے تو آپ ﷺ ظاہری طور پر زمین پر چلتے، پھرتے، بیٹھتے اور لیٹتے تھے، اور اس وقت بھی وہی تجلیات، انوار اور رحمتوں کی بارش آپ ﷺ کے جسدِ اطہر پر ہوتی تھی۔ جب وقتِ مقررہ پر اجلِ مسمّیٰ آ گئی اور دنیا کی یہ مستعار زندگی مکمل ہوئی، تو نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ ﷺ کو قبرِ اطہر میں دفن فرمایا گیا۔ (سنن ترمذی، کتاب الجنائز عن رسول اللہ، حدیث:1018)

قبرِ مبارک کی کیفیت اور قبر کا مسنون طریقہ

احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کفن پہنایا گیا اور قبر مبارک لحد کے ساتھ بنائی گئی۔ لحد میں کچی اینٹیں لگائی گئیں اور قبر کو کچا ہی رکھا گیا۔ قبر مبارک کو مربع یا چبوترے کی شکل میں نہیں بنایا گیا، بلکہ اونٹ کی کوہان کی طرح ابھری ہوئی، ڈھلوان والی بنائی گئی تاکہ بارش کا پانی ٹھہرے نہیں بلکہ بہہ جائے۔ نو اینٹیں بڑی بڑی قبر میں لگائی گئیں اور قبر کو بند کرنے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس پر پانی چھڑکا تاکہ مٹی بیٹھ جائے، اور یہ طریقہ آج بھی سنت اور مستحب ہے۔

قبر پختہ بنانے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِی وَثَنًا، لَعَنَ اللّٰہُ قَوْمًا اتَّخَذُوا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ۔ (مسند احمد، مسند المکثرین من الصحابۃ، حدیث: 7358) اے اللہ میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا، اللہ تعالیٰ نے ان قوموں پر لعنت فرمائی کہ جنہوں نے اپنی انبیاء ی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ اور ایک اور حدیث میں قبروں کو پختہ بنانے، ان پر عمارتیں کھڑی کرنے اور اونچا کرنے سے منع فرمایا گیا:

نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَاَنْ یُقْعَدَ عَلَیْہِ، وَاَنْ یُبْنٰی عَلَیْہِ (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، حدیث: 2245) اس سے واضح ہوتا ہے کہ قبر کو سادہ، کچی اور غیر نمایاں رکھنا سنت ہے، اور پختہ قبریں اور قبروں پر بلند و بالا تعمیرات سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہیں۔

زیارتِ قبور کا اصل مقصد

میں اپنی کم عمری میں والدِ محترم رحمہ اللہ علیہ کے ساتھ دہلی گیا۔ وہاں اللہ کے نیک بندوں اور اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کا موقع بھی ملا۔ ہمارے بزرگ اس بات سے کبھی منع نہیں کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص صحیح نیت کے ساتھ، ثواب کی امید پر، اس خیال سے جائے کہ یہ اللہ کے نیک بندے ہیں اور یہاں اللہ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں، تو اس نیت کے ساتھ زیارت کرنا درست اور باعثِ خیر ہے۔ البتہ مزارات پر پائی جانے والی بعض غلط رسومات، جیسے سجدہ کرنا، طواف کرنا، قبروں کو چومنا یا اس طرح کے دیگر افعال، جو لاعلمی میں بعض لوگوں سے سرزد ہو جاتے ہیں، ان سے علماء کرام نے ہمیشہ منع کیا ہے اور ان کی اصلاح فرمائی ہے۔ کیونکہ یہ اعمال شریعت کے مطابق نہیں ہیں۔

زیارتِ قبور بذاتِ خود مستحب ہے، اور اللہ والوں کی قبروں کی زیارت میں یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ وہاں جا کر بندے کو برکت نصیب ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر اپنی

موت یاد آتی ہے۔یہی زیارتِ قبور کا اصل مقصد ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرنا لذتوں کو فنا کرنے والا ہے۔چنانچہ قبروں کی زیارت انسان کے دل میں دنیا کی بے ثباتی کو تازہ کرتی ہے،آخرت کی فکر پیدا کرتی ہے اور دل کو اللہ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔لہٰذا زیارت کرنا، دعا کرنا،عبرت حاصل کرنا اور غلط رسومات سے بچنا یہی اعتدال کا راستہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے پہلے زیارتِ قبور سے منع فرمایا،پھر اجازت دی اور حکمت واضح فرمادی:

قَد کنتُ نَهیتُکُم عَن زِیَارَةِ القُبُورِ،فَقَد اُذِنَ لِمُحَمَّدٍ فِی زِیَارَةِ قَبرِ اُمِهِ، فَزُورُوهَا فَاِنَّهَا تُذَکِّرُ الآ خِرَةَ (سنن ترمذی،کتاب الجنائز عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،حدیث: 1054) اور ایک روایت میں فرمایا:فَزُورُوا القُبُورَ،فَاِنهَا تُذَکِّرُ بِالمَوتِ (سنن ابی داود،کتاب الجنائز،حدیث:3234)

یعنی قبروں کی زیارت اس لیے مشروع ہے کہ انسان کو موت یاد آئے،آخرت سامنے آئے،دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی دل میں راسخ ہو۔قبرستان میں جا کر انسان دیکھتا ہے کہ جو لوگ کل تک دنیا میں چل پھر رہے تھے،کھا پی رہے تھے،مال و جائیداد، زمینوں اور کارخانوں کے مالک تھے،آج سب مٹی کے نیچے ہیں۔یہی زیارتِ قبور کا اصل فائدہ اور مقصد ہے۔

قبروں کی ظاہری تزئین

اگر قبروں کو شاہی محلات کی طرح بنا دیا جائے،بڑے بڑے گنبد،پختہ عمارتیں، قیمتی قالین،فانوس اور دنیاوی آرائش لگا دی جائے،تو وہاں فنا اور موت کی یاد کے بجائے دنیا کی شان وشوکت اور زیب وزینت سامنے آتی ہے۔ایسی صورت میں زیارتِ قبور کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

یہ غور وفکر کا مقام ہے کہ اگر قبرستان دنیاوی جاہ وجلال کا مظہر بن جائے تو کیا وہاں

جا کر موت یاد آئے گی؟ کیا دل میں فنا اور آخرت کا احساس پیدا ہوگا؟ یا نگاہیں دنیا ہی میں الجھ جائیں گی؟۔

قبروں کی تزیین کی ممانعت

یہ سوال بالکل بجا ہے کہ کیا یہ بات غلط ہے کہ سادہ قبریں موت اور فنا کی یاد دلاتی ہیں، جبکہ شاہانہ دربار اور آراستہ مزارات اس مقصد کو ختم کر دیتے ہیں؟ یہ بات محض رائے نہیں بلکہ نصوصِ شرعیہ، سنتِ نبوی ﷺ اور عقلِ سلیم سب اس کی تائید کرتے ہیں۔ قبروں کی زیارت اس لیے مشروع کی گئی ہے کہ موت اور آخرت یاد آئے۔ یہ مقصد اس وقت پورا ہوتا ہے جب انسان قبرستان میں جا کر ٹوٹی پھوٹی، سادہ قبریں دیکھے زمین پر قدم رکھتے ہوئے یہ احساس ہو کہ یہاں نہ جانے کتنے لوگ دفن ہیں، دل میں یہ خیال آئے کہ میں بھی یہی آنے والا ہوں، یہی وہ فنا کا نقشہ ہے جسے نبی ﷺ نے مطلوب قرار دیا۔

پختہ قبروں کی ممانعت

اگر قبریں بڑے بڑے گنبدوں، قیمتی فانوسوں، سینکڑوں قالینوں، روشنیوں اور تزئین وآرائش سے آراستہ کر دی جائیں، تو وہاں موت کی یاد کے بجائے دنیا کی شان وشوکت سامنے آتی ہے۔ ایسی جگہ جا کر یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہاں واقعی موت یاد آتی ہے؟ یا دل دنیا ہی میں الجھ جاتا ہے؟ اسی لیے شریعت نے قبروں کی آرائش، پختگی اور عمارت سازی سے منع فرمایا۔

اکابر اولیاء کرام کی قبور مبارکہ

نبی کریم ﷺ کی قبرِ مبارک نہایت سادہ تھی۔ یہی سنت کا طریقہ ہے، اور یہی بات اکابر کے عمل سے بھی ثابت ہے۔

مجھے اپنی کم عمری کا واقعہ یاد ہے کہ میں والدِ محترم رحمہ اللہ علیہ کے ساتھ دہلی گیا۔ وہاں اللہ کے نیک بندوں اور اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کا موقع ملا۔ دہلی میں

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ علیہ، اور دیگر بڑے علماء وفضلاء کے مزارات موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ کے مزار پر بھی حاضری دی، جو حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کے پیر اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔

اسی سفر میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ علیہ کے پیر، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہا اللہ علیہ کے مزار پر بھی جانا ہوا۔ اس وقت میری عمر بہت کم تھی، شاید چودہ یا پندرہ سال کے قریب تھی۔ وہاں جا کر میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ علیہ کی قبر بالکل کچی تھی۔ نہ وہ پختہ تھی، نہ لپی ہوئی، بلکہ مٹی کے ڈلے اس پر رکھے ہوئے تھے، جیسے عام سادہ قبریں ہوتی ہیں۔

ہم وہاں قبر کے پاس کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھتے، سلام عرض کرتے، قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے، جتنا وقت اور جتنی سمجھ میسر ہوتی۔ اس کا ثواب صاحبِ قبر کو بھی پہنچتا ہے اور پڑھنے والے کو بھی، اور یہی اہلِ سنت کا معروف اور متوازن طریقہ ہے۔

جب ہم وہاں سے ہٹے تو قریب ہی رہنے والے ایک شخص سے، جو وہاں کا مجاور تھا یعنی قبر کے پڑوس میں رہتا اور اس کی خدمت انجام دیتا تھا، پوچھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی قبر کچی کیوں ہے جبکہ باقی قبریں پکی ہیں؟ اس نے ایک نہایت معنی خیز بات کہی۔ اس نے کہا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ سنت کے بڑے پابند تھے، اسی لیے ان کی قبر مبارک سنت کے مطابق کچی رکھی گئی تھی۔ بعد میں بعض لوگوں نے اپنی طرف سے تبدیلی کر دی اور قبر کو پختہ بنا دیا۔

میں یہ بات اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ یہ محض سنی سنائی بات نہیں، بلکہ میں نے خود اس قبر کو کچی حالت میں دیکھا ہے۔ بعد کے زمانے میں جو پختگی ہوئی، وہ بعد والوں کا عمل ہے، سنت نہیں۔ اصل نکتہ یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبرِ مبارک بھی کچی تھی۔ احادیث

میں آتا ہے کہ لحد میں کچی اینٹیں لگائی گئیں۔ یہی سنت ہے، اور اکابر اولیاء نے بھی اسی سنت پر عمل کیا۔ دنیا کے بعض مالدار یا صاحبِ اثر لوگ عقیدت کے نام پر قبروں کو پختہ کروادیتے ہیں، حتیٰ کہ بعض اوقات خوابوں کو بنیاد بنالیا جاتا ہے، حالانکہ شریعت کا معیار خواب نہیں بلکہ سنت ہے۔

یہ بات سمجھانے کے لیے کہی جارہی ہے،، نہ کہ جھگڑے کے لیے۔قبروں پر جانا منع نہیں، زیارت کرنا منع نہیں۔ صاف اور کھلی بات ہے، جاؤ، زیارت کرو، فاتحہ پڑھو، قرآن پڑھو، درود وسلام پڑھو، اپنی موت کو یاد کرو، اور صاحبِ قبر کے لیے دعا کرو۔ البتہ غلط رسومات نہ بناؤ، قبروں کو نمائش، فخر یا دنیاوی اجتماع کا مرکز نہ بناؤ۔ اجتماعات ہوں تو آخرت کی نیت سے ہوں، اصلاح اور عبرت کے لیے ہوں۔ یہی نبی کریم ﷺ کی سنت ہے، یہی اکابرِ امت کا طریقہ ہے، اور یہی دین کا متوازن راستہ ہے۔

زیارتِ قبور میں جائز اور ناجائز امور

قبرستان جانا، فاتحہ، قرآن، درود، کلمہ پڑھنا، میت کے لیے دعا کرنا، اپنی موت کو یاد کرنا جائز اور مستحب ہے جبکہ قبروں کو پختہ کرنا، سجدہ، طواف، چومنا، غیر شرعی اجتماعات، قبر کو تعیش اور شان وشوکت کا مرکز بنانا ممنوع ہے۔

نبی کریم ﷺ کی قبرِ مبارک عرش وکعبہ سے بھی افضل ہے

اصل بات یہ سمجھانا مقصود ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبرِ مبارک سادہ اور کچی تھی، مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا شرف عطا فرمایا ہے کہ دنیا ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی عرش اور جنت کو وہ مقام حاصل نہیں جو قبرِ نبوی ﷺ کو حاصل ہے۔ یہ بات کسی مبالغے یا جذبات پر نہیں، بلکہ عقیدہ اہلِ سنت، نصوص اور اصولِ شریعت پر قائم ہے۔

نبی کریم ﷺ تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ اور محبوب ہیں

یہ بات قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ

محبوب انبیاء علیہم السلام ہیں، اوران سب میں سب سے زیادہ محبوب حضرت محمد ﷺ ہیں۔ قرآنی آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ، عنایت اور تجلیات سب سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہیں۔

عرش اور کعبہ بھی مخلوق ہیں

یہ بنیادی نکتہ سمجھنا ضروری ہے کہ عرش بھی اللہ کی مخلوق ہے، کعبہ بھی اللہ کی مخلوق ہے، جنت بھی اللہ کی مخلوق ہے، قرآن میں فرمایا: اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شیء (الزمر:62) عرش کی عظمت اپنی جگہ، اور کعبہ کی عظمت اپنی جگہ، مگر یہ سب مخلوق ہیں۔ جبکہ نبی کریم ﷺ اللہ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ، اشرف اور افضل ہیں۔

یہاں اصل نکتہ یہ ہے کہ عرش پر تجلی ہے بطورِ مخلوق، نبی کریم ﷺ پر تجلی ہے بطورِ محبوبِ حقیقی، اسی لیے علماء نے فرمایا: تجلیِ محبوب، تجلیِ مخلوق سے اعلیٰ ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ پر جو صفاتِ الٰہیہ کی تجلیات ہوتی ہیں، وہ کسی فرشتے پر نہیں، کسی ولی پر نہیں، کسی مقام پر نہیں، حتیٰ کہ عرش پر بھی اس درجہ میں نہیں۔

قبرِ نبوی ﷺ کی افضلیت

یہ نہیں کہا جاتا کہ مٹی، اینٹ یا جگہ عرش سے افضل ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ افضل ہے جس میں افضلِ مخلوق موجود ہیں، اسی اصول پر علماء اہلِ سنت والجماعت، جن میں اکابر دیوبند بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ قبرِ نبوی ﷺ عرش سے افضل ہے، کیونکہ عرش پر اللہ کی تجلی ہے، مگر مخلوق کی حیثیت سے قبرِ نبوی ﷺ میں نبی کریم ﷺ آرام فرما ہیں، جو عرش سے بھی افضل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ: نبی ﷺ کے جسدِ اطہر پر دنیا میں بھی اعلیٰ ترین تجلیات نازل ہوئیں، وفات کے بعد بھی وہ جسدِ اطہر قبر میں محفوظ ہے، اور وہ تجلیات اس جسدِ اطہر سے وابستہ ہیں، قبرِ نبوی ﷺ کا سادہ اور کچا ہونا، احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر لحد

والی تھی، لحد میں کچی اینٹیں لگائی گئیں، قبر کو چبوترہ یا مربع نہیں بنایا گیا، قبر کوہانِ اونٹ کی طرح ابھری ہوئی تھی، یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ قبر کی افضلیت سادگی یا پختگی سے نہیں، بلکہ صاحبِ قبر سے ہوتی ہے۔

اجماعی عقیدہ

اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ: ''زمین کا جو حصہ رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر سے لگا ہوا ہے وہ ساری زمین سے افضل ہے''۔(۱)

.....

(۱)شفاء السقام فی زیارۃ خیر الا نام ،ج1،الامام تاج الدین السبکی،باب فی تفضیل موضع قبرہ: اعلَم اَنَّ تَفضِلَ الاَمکِنَۃِ اِنَّمَا یَکُونُ بِمَا فِیھَا، لَا بِذَوَاتِھَا، وَاِذَا تَقَرَّرَ ھَذَا، فَقَدِ اشتَمَلَ مَوضِعُ قَبرِہٖ عَلَی اَشرَفِ مَو جُودٍ، وَھُوَ جَسَدُ الشَّرِیفُ ، فَکَانَ ذَلِکَ المَوضِعُ اَفضَلَ مِن غَیرِہٖ مِنَ الامکِنَۃِ .وَقَد صَرَّحَ العُلَمَاءُ بِاَنَّ المَوضِعَ الَّذِی ضَمَّ جَسَدَ النَّبِی اَفضَلُ مِنَ العَرشِ وَالکُرسِیِّ، لِاَنَّہٗ اشتَمَلَ عَلَی اَشرَفِ المَخلُوقَاتِ.وَلَیسَ ذَلِکَ لِذَاتِ الاَرضِ ، بَل لِھَذِہِ النِّسبَۃِ الشَّرِیفَۃِ، فَاِنَّ الشَّرَفَ یَتبَعُ المَشرُوفَ۔

قاضی عیاض مالکی (م544ھ) فرماتے ہیں:وَلَا خِلَاف ا ن مَو ضع قَبرِہ ا فضَل بِقَاع الاَر ض۔اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ کی قبرِ انور کی جگہ ساری زمین سے افضل ہے۔(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: 2ج،ص91،دارالفکر)اس پر علامہ خفاجی نے تعلیق لکھی کہ بلکہ [آپ کی قبر مبارک کی جگہ یا مٹی] آسمان،عرش،کعبہ سے بھی افضل ہے۔اوراس کے مثل امام سبکی (م756ھ) نے بھی نقل کیا''۔[الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض: ج۱، ص٦٨٣؛ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: ج۳،ص۵۳۱؛ الضیاء الشمسی علی الفتح القدسی شرح ورد السحر للبکری: ج۲، ۲٤۱؛ سلسلة المحاضرات العلمیة والتربویة: ج۱ ،ص۸۵]

امام نووی فرماتے ہیں کہ: یہ بات واضح ہوگئی کہ جمہور علماء کے نزدیک آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے اعضاءِ مقدسہ کے ساتھ جو جگہ ملی ہوئی ہے وہ تمام زمین وآسمان سے افضل ہے،[مواھب الجلیل فی شرح مختصر خلیل: کتاب الا یمان، فَرع فِی نَاذِرِ زِیَارَتِہٖ صَلی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّمَ، وَالمَدِینَۃُ اَفضَلُ، ثُمَّ مَکَّۃُ، ج٤، ص۵۳۳]

شیخ تاج الدین الفاکہی (م734ھ) فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق (اجماع) ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اعضاء مقدسہ کے ساتھ جو جگہ ملی ہوئی ہے وہ ہر شئے سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ شریف سے بھی افضل ہے''۔ [وفاء الوفا باخبار دار المصطفی: الباب الثانی، الفصل الا ول فی تفضیلھا علی غیرھا من البلاد، مکة ا فضل ا م المدینة، ج۱، ص۲۸]

ایک اعتراض کا جواب

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ''یہ تو قبر کو عرش سے بھی بڑھا رہے ہیں'' یہ اعتراض اصل بات نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ قبر بذاتِ خود افضل ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ قبر اس لیے افضل ہے کہ وہاں محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اگر کوئی اس بات کو مانتا ہے کہ محمد ﷺ عرش سے افضل ہیں تو اسے ماننا پڑے گا کہ جہاں محمد ﷺ ہوں گے، وہ مقام بھی عرش سے افضل ہوگا یہ کوئی نیا یا انوکھا عقیدہ نہیں، بلکہ اہلِ سنت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ اور آخر میں وہی بات جو آپ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کو قادرِ مطلق مانتے ہیں، نبیوں اور اولیاء کو ان کے درجے پر مانتے ہیں، اور اللہ کے نیک بندوں کا دامن نہیں چھوڑتے۔

آیتِ کریمہ کا تتمہ اور خلاصہ

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَو اَنَّهم اِذ ظَلَمُوا اَنفُسَهُم جَاءُوكَ فَاستَغفَرُوا اللّٰهَ وَاستَغفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء:64) اس آیتِ کریمہ کا تتمہ اور خلاصہ یہ ہے کہ:

''جو مسلمان گناہوں، خطاوں اور لغزشوں میں مبتلا ہو جائے، وہ اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو، خود بھی اللہ سے استغفار کرے اور رسول ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے، تو اللہ تعالیٰ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان پائے گا''۔

اسی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبرِ مبارک کی زیارت بھی بڑے شرف، عظمت اور سعادت کی چیز ہے۔ وہاں جانا عظیم قرب اور محبت کی علامت ہے، بشرطیکہ پورے ادب، تعظیم اور شرعی حدود کے ساتھ ہو۔

قبرِ نبوی ﷺ پر فرشتوں کی حاضری

احادیث میں نبی کریم ﷺ کی قبرِ مبارک کے خاص مقام کو واضح کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَائِکَۃً سیَّاحِینَ فِی الاَر ضِ یُبَلِّغُونِی مِن اُمَّتِی السَّلَامَ (سنن نسائی، کتاب السھو، حدیث:1283) اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں، وہ مجھ تک میرے امتیوں کا سلام پہنچاتے ہیں۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ: مَا مِن اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللہُ عَلَیَّ رُوحِی حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیہِ السَّلَامَ (سنن ابوداود: 2041) جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ میری روح مجھے لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ میں خود اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اہلِ علم نے ذکر کیا ہے کہ قبرِ نبوی ﷺ پر ہر وقت فرشتوں کا اجتماع رہتا ہے، اور روایات میں ستر ہزار فرشتوں کے درود وسلام میں مشغول ہونے کا ذکر آیا ہے، (فضل الصلوۃ علی النبی لابن اسحاق القاضی، رقم الحدیث 102، طبع سعودیہ 1996)

اور قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کا اٹھایا جانا بھی فرشتوں کے جلو میں ہوگا، اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔

دور اور نزدیک سے درود وسلام پڑھنا

جو درود وسلام دور سے پڑھا جائے، فرشتے اسے حضور ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور جو قبرِ مبارک کے پاس پڑھا جائے، وہ حضور ﷺ خود سنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان کے دل میں روضۂ اقدس ﷺ پر حاضری کی شدید تمنا اور محبت ہوتی ہے، اور یہ واقعی بڑی نعمت ہے۔

ایک اہم نکتہ

وَلَو اَنَّھُم اِذ ظَّلَمُوا اَنفُسَھُم جَاءُوکَ یعنی جب بندے برائیاں کر بیٹھیں، گناہوں میں مبتلا ہو جائیں، لغزشیں سرزد ہو جائیں، تو وہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ فَاستَغفَرُوا اللہَ خود بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں، اور وَاستَغفَرَ لَھُمُ الرَّسُول۔ اللہ کے رسول بھی ان کے لیے استغفار اور سفارش فرمائیں۔

یہ وہ کامل طریقہ ہے جس میں بندہ پوری عاجزی کے ساتھ، روتے ہوئے، دل

ٹوٹ کر اللہ کے حضور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے اور معافی مانگتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گناہ انسان کو اندر سے اس قدر آلودہ کر دیتے ہیں کہ وہ کیچڑ ہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ناپاکی کی حالت میں آجاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ظاہری گندگی لگ جائے جیسے گوبر تو انسان فوراً اسے دھونے کی فکر کرتا ہے، مگر گناہ لگ جائیں تو اکثر آدمی انہیں دھونے کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا، حالانکہ دل کو پاک کرنے کا صابن اسی کے پاس موجود ہے۔ ظاہری میل کچیل دھونے کے لیے پانی، صابن اور پیسے خرچ کرنے پڑتے ہیں، لیکن گناہوں کو دھونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا صابن عطا فرمایا ہے جو نہ مہنگا ہے، نہ مشکل، اور نہ کسی بازار سے خریدنا پڑتا ہے۔ بس دل سے کہہ دے: یا اللہ! میں توبہ کرتا ہوں، مجھے معاف فرما۔ یہی ہے فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ ۔ اور پھر اللہ کے رسول ﷺ کی سفارش شامل ہو جائے تو معاملہ کہاں جا پہنچتا ہے؟ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا یعنی وہ اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان پائیں گے۔ اس سے بڑی سفارش اور کیا ہو سکتی ہے؟

سفر حرمین شریفین

بہت سے لوگ اب حج کے سفر پر جائیں گے، بہت سے حضرات نے اس کے لیے درخواستیں بھی دے رکھی ہیں۔ ان شاء اللہ وہ اللہ کے گھر کی حاضری بھی نصیب پائیں گے، اور وہاں سے آگے بڑھ کر روضۂ اقدس، نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بھی حاضر ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

ایک بات یہاں دو منٹ میں عرض کر دوں۔ آج کل لوگ بات بات پر چوں چوں کرتے ہیں، اور کبھی کبھی دل میں خیال آتا ہے کہ جو کہنا ہے صاف کہہ دیا جائے۔ بات یہ ہے کہ میں جو کچھ عرض کرتا ہوں وہ کسی کے سکھانے سے نہیں، بلکہ اپنے دل اور مطالعے کی بنیاد پر کہتا ہوں۔ اس عمر میں آکر اب کوئی نیا سبق سیکھنے کا سوال ہی کہاں رہتا ہے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں نے یہ بات سکھا دی ہے، حالانکہ یہ محض غلط فہمی اور بے بنیاد بات ہوتی ہے۔

اولاد کی اصلاح کی فکر

میں یہ باتیں کوئی آج پہلی مرتبہ نہیں کہہ رہا، بلکہ پچھلے پینتیس برس سے یہی باتیں عرض کر رہا ہوں۔ اس دوران بچے بڑے ہو گئے، نوجوان بوڑھے ہو گئے، اور وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ میں تو دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اولاد عطا فرمائے، اور صرف اولاد ہی نہیں بلکہ نیک اولاد عطا فرمائے۔ ہماری نسلیں بھی نیک ہوں اور ان کی نسلیں بھی نیکی پر قائم رہیں۔ ہمارے اندر کمزوریاں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔ وہ چاہے تو سب کو نیک بنا دے۔ اس میں بخل کرنے کی کیا بات ہے؟ دعا تو سب کے لیے ہونی چاہیے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر سب نیک ہو گئے تو مسجدیں خالی ہو جائیں گی۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اگر سب نیک ہو جائیں تو مسجدیں کم نہیں ہوں گی، بلکہ اور زیادہ آباد ہوں گی، اور مزید مسجدیں بنیں گی۔

یہ باتیں میں نے اس لیے وضاحت کے ساتھ عرض کی ہیں تاکہ کسی کے دل میں شبہ یا بوجھ پیدا نہ ہو، اور لوگ بعد میں الجھن میں نہ پڑیں۔ یہ سب باتیں نہ صرف دل کی ہیں بلکہ کتابوں میں بھی لکھی ہوئی ہیں۔

روضۂ اطہر پر قبہ کا شرعی حکم

اب بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قبرِ مبارک کے اوپر قبہ موجود ہے، وہ مضبوط اور پختہ ہے، تو پھر اور قبروں پر قبے بنانے میں کیا حرج ہے؟ اس طرح کی باتیں ہمیشہ ہوتی رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی۔

یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہر اعتبار سے ممتاز ہے آپ ﷺ کا جنازہ عام جنازوں کی طرح نہیں پڑھا گیا، آپ ﷺ کا کفن عام کفنوں جیسا نہیں تھا، آپ کو وہیں دفن کیا گیا جہاں آپ ﷺ کا وصال ہوا، آپ ﷺ کی قبر حجرۂ مبارک کے اندر، چھت کے نیچے بنی، مسقّف تھی، یہ سب نبی ﷺ کی خصوصیات ہیں۔

بعد کے زمانے میں جب بعض بد باطن یہودیوں نے قبرِ مبارک کے بارے میں گستاخی اور جسدِ اطہر کو نقصان پہنچانے کا ناپاک خیال کیا، تو اس خطرے کے پیشِ نظر قبرِ نبوی ﷺ کے گرد حفاظتی انتظامات کیے گئے۔(۱)

چنانچہ مضبوط دیواریں بنائی گئیں، قبر کے اطراف کو مزید گہرا کیا گیا، اور بعض روایات کے مطابق حفاظتی تدابیر کے طور پر سیسہ بھی استعمال کیا گیا۔ یہ تمام اقدامات تعظیم یا تزیین کے لیے نہیں بلکہ محض حفاظت اور صیانت کے لیے تھے، تاکہ مخالفین اور بدخواہوں کے شر سے جسدِ اطہر محفوظ رہے۔

یہ بات سمجھنی چاہیے کہ یہ انتظامات نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہیں۔ جیسے آپ ﷺ کی ذات بے مثال ہے، ویسے ہی آپ ﷺ کی قبرِ مبارک بھی بے مثال ہے۔ اس کی کوئی مثال دوسری قبروں پر قیاس نہیں کی جاسکتی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قبرِ نبوی ﷺ اندر سے سنت کے مطابق سادہ اور کچی ہی رہی، جبکہ باہر سے جو مضبوطی اور دیواریں بنائی گئیں، وہ محض حفاظت کے لیے تھیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خود اس بات کی طرف اشارہ فرمایا تھا کہ انبیاء کو وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں ان کا وصال ہوتا ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کا وصال حجرہ مبارک، یعنی کمرے کے اندر اور چھت کے نیچے ہوا، اسی لیے آپ ﷺ کو وہیں دفن کیا گیا۔ یوں قبرِ مبارک کا وہاں ہونا آپ ﷺ کے ارشاد اور ہدایت کے مطابق ہے۔ لہٰذا قبرِ نبوی ﷺ کے گرد جو بعد میں حفاظتی انتظامات کیے گئے، وہ نہ عام قبروں کے لیے دلیل ہیں اور نہ ان پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

یہ سب کچھ نبی کریم ﷺ کی خصوصی شان، حرمت اور حفاظت کے تقاضے کے تحت

---

(۱) ابن العماد حنبلی (م:۱۰۸۹ھ) نے اپنی کتاب شذرات الذہب میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے: واقعہ ۵۵۷ھ کا ہے۔

کیا گیا، بعد میں قبرِ مبارک کے گرد جو مضبوط دیواریں اور حفاظتی انتظامات کیے گئے، وہ شریعت کے خلاف نہیں بلکہ حفاظتِ جسدِ اطہر کے لیے دشمنوں اور گستاخوں کے شر سے بچانے کے لیے تھے۔ یہ کام قبروں کو سجاوٹ دینے کے لیے نہیں بلکہ حفاظت کے لیے کیا گیا، اور یہ صرف نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے۔ کسی ولی، غوث یا قطب کو نبی ﷺ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اسی لیے کسی اور قبر کو نبی ﷺ کی قبر پر قیاس کرنا غلط ہے، اولیاء اللہ کی زندگی بھی سادہ ہوتی ہے اور ان کی قبریں بھی۔ وہ دنیا کی زندگی میں عیش وآرام کو حقیر سمجھتے ہیں، تو مرنے کے بعد اس کی وصیت کیسے کریں گے؟ یہ بات عقل، نقل اور مشاہدے تینوں سے ثابت ہے۔ اور یہی اہلِ سنت والجماعت کا متوازن اور صحیح مؤقف ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

یہاں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ یاد آتا ہے، جو اولیاء اللہ کے مزاج اور ان کی فکر کو خوب واضح کر دیتا ہے۔ کسی صاحب نے حضرت کو ایک قیمتی آئینہ دیا تاکہ اپنا چہرہ دیکھ لیا کریں، یہ بھی سنت ہے۔ حضرت کبھی اس میں اپنا چہرہ دیکھ لیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آئینہ ایک خادم کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا۔ خادم سخت خوف زدہ تھا کہ یہ بڑا قیمتی شیشہ تھا، معلوم نہیں حضرت کیا فرمائیں گے، کیا ملامت کریں گے۔ وہ کانپتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کیا قضاوقدر سے آئینہ ٹوٹ گیا ہے۔ (۱)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ علیہ یہ سن کر خوش ہو گئے اور فرمایا:

''بہت اچھا ہو گیا، اپنے آپ کو دیکھنے کا سامان ہی ٹوٹ گیا''۔

اب اپنے آپ کو دیکھنے کا پردہ بھی اٹھ گیا۔ یہ اولیاء اللہ کی نظر ہوتی ہے۔ جو لوگ اپنے نفس کو فنا کر چکے ہوں، وہ اپنے آپ کو دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ جن کی نظر اس مقام تک

---

(۱) از قضا آئینۂ چینی شکست خوب شد اسبابِ خود بینی شکست

پہنچ جائے، وہ یہ کیسے چاہ سکتے ہیں کہ ان کے بعد ان کی قبروں پر گنبد سجیں، شاہانہ ٹھاٹ باٹھ ہو، اور دنیا کی شان وشوکت ان سے منسوب کی جائے؟

اولیاء اللہ کی تعلیم ہمیشہ یہی رہی ہے کہ:

''دنیا فانی ہے، دنیا بے وفا ہے، دنیا کسی کا ساتھ نہیں دیتی، ان کے نزدیک انسان کو بس اتنا ہی چاہیے کہ تھوڑا کھانا، تھوڑا پہننا، اور سادہ طریقے سے زندگی گزارنا، ایک وقت کھایا تو شکر، نہ کھایا تو صبر''۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کا ایک واقعہ بھی اسی مزاج کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک نائی آیا کہ حضرت کے ہونٹوں کے بال تراش دے۔ جب نائی نے قینچی لگائی تو حضرت کے لب مسلسل ذکر میں حرکت کر رہے تھے: سبحان اللہ، الحمد للہ، کلمہ طیبہ۔ نائی نے عرض کیا: حضرت! ہونٹ کٹ جائیں گے۔ فرمایا:

''سبحان اللہ نہیں روکوں گا اگرچہ ہونٹ کٹ جائے''۔

یہ وہ لوگ تھے جن کے دل ہر وقت اللہ کے ذکر میں زندہ رہتے تھے۔

ایک حکایت

ایک اور واقعہ ہے کہ ایک اللہ والے زیادہ تر ستو گھول کر پیا کرتے تھے۔ کسی نے عرض کیا: حضرت! آپ روٹی یا چاول کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا: میں نے حساب لگایا۔ روٹی کھانے میں آدھا گھنٹہ لگ جاتا ہے اور میں اتنی دیر میں اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہوں۔ ستو پانچ سات منٹ میں پی لیا جاتا ہے، کم وقت لگتا ہے، ذکر میں کمی نہیں آتی۔ جب ستو پر گزارا ہو سکتا ہے تو پھر روٹی کی کیا ضرورت؟ یہ ہے اولیاء اللہ کا معیارِ زندگی۔

کیا ایسے لوگوں کی قبریں سجادی جائیں؟ جن لوگوں نے کم کھایا، کم بولا، کم سوئے، کم دنیا جمع کی، اور راتوں کو جاگ جاگ کر اللہ کی عبادت کی، کیا وہ یہ چاہیں گے کہ ان کی قبریں

محلات جیسی ہوں؟ وہاں فانوس لٹکیں؟ دنیا کی شان وشوکت نظر آئے؟ ہرگز نہیں۔ ان کی تعلیم تو یہ تھی کہ قبر دیکھ کر فنا یاد آئے، موت یاد آئے، اور اللہ کی یاد تازہ ہو۔ اگر قبریں دیکھ کر شاہانِ دنیا کے محل یاد آنے لگیں تو پھر اس تعلیم کا کیا بنا؟

آخری نصیحت

اللہ کے ان نیک بندوں پر تہمت نہ لگاؤ۔ انہوں نے سادگی سکھائی، فنا سکھائی، اور اللہ سے تعلق سکھایا۔ ہم نے اگر ان سے واقعی محبت کرنی ہے تو ان کی قبروں کو نہیں، بلکہ ان کی تعلیمات کو زندہ کرنا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے، اخلاص نصیب فرمائے، اور ہمیں اولیاء اللہ کے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

پیر طریقت حضرت مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ تعالیٰ

مؤرخہ ۲۱ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ بروز ہفتہ احقر گجرانوالہ کے سفر پر تھا ایک عزیز نے اطلاع دی کہ چکوال کے بزرگ حضرت مولانا پیر عبدالرحیم صاحب انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔اچانک ملنے والی اس اطلاع سے بہت افسوس ہوا، دل سے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائیں اور پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں، آمین۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ ایک عالم فاضل اور اپنے والد ماجد حضرت حافظ غلام حبیب صاحب رحمہ اللہ کے صحیح جانشین تھے، انہوں نے اپنے والد ماجد کے کاموں کو نہ صرف یہ کہ پورے طور پر سنبھالا بلکہ ان کو ترقی بھی دی اور اپنی تمام صلاحیتیں دین اسلام کی خدمت میں لگادیں اور بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیے، جزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

ایک طویل عرصہ تک اپنے ادارے اور اس کی شاخوں کا اہتمام اور خانقاہی سلسلہ کے حوالہ سے خدمات ان کی زندگی کا سنہری باب ہے، آپ کے والد ماجد رحمہ اللہ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت اور فروغ کے لیے اپنی جدوجہد کے نتیجہ میں ملک پاکستان کی حد تک نہیں بلکہ دیگر ممالک میں جو حلقہ قائم فرمایا تھا حضرت مولانا مرحوم نے اپنے ادارہ کی تمام تر ذمہ داری کے باوجود اسے بھی قائم رکھا اور اس میں اضافہ فرمایا۔

ضلع جھنگ علاقہ ملہوموڑ میں انہوں نے ''فیض گاہ'' کے نام سے جو ادارہ اپنے متعلقین کو فیض رسانی کے لیے قائم فرمایا وہ بھی ان کی بڑی یادگار ہے، اللہ تعالیٰ ان کی تمام تر خدمات کو قبول فرمائیں اور ان کے فیض کو جاری رکھیں، جہاں تک احقر کو یاد ہے احقر ۱۹۹۳ء میں حضرت سے ان کے ادارہ میں ملا، تعارف ہونے پر بے حد اکرام فرمایا، انہی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ احقر کے برادر بزرگوار مولانا سید عبدالصبور ترمذی رحمہ اللہ کے ساتھ جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورہ حدیث شریف میں شریک رہے ہیں، اس سفر میں برادر عزیز عبدالودود سلمہ احقر کے ساتھ تھے، حضرت

نے ہمیں اپنے ادارہ کی شاخیں خود لے جا کر دکھائیں اور تمام شعبوں کا تعارف کرایا، ہم ان کے کریمانہ اخلاق اور سلوک سے بے حد متاثر ہوئے، بعد میں جب کبھی ملاقات ہوئی ہمیشہ اخلاق عالیہ اور مسکراتے چہرے سے پیش آئے، ایک دو جگہ جلسہ میں بھی ہم باہم جمع ہوئے، انہوں نے احقر کا بیان سن کر غیر معمولی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے جلسہ میں جامعہ کے دارالحدیث میں دیکھتے ہی مجھے اپنے پاس بلا لیا اور دیر تک محو گفتگو رہے۔

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی وفات پر درج ذیل تعزیتی کلمات سے ہمیں تسلی دی:

''حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات پر جس قدر آنسو بہائے جائیں کم ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بندہ کو اپنا شریک غم سمجھیں''۔

الشیء بالشیء یذکر اور تکملہ کے طور پر مناسب معلوم ہوتا ہے آپ کے والد ماجد حضرت حافظ غلام حبیب صاحب رحمہ اللہ اور اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کے تعلقات کے حوالہ سے بھی کچھ عرض کر دوں تا کہ وہ بھی تاریخ کا حصہ بن جائے اور باپ بیٹا دونوں بزرگوں کا مختصر تذکرہ ایک ہی جگہ آ جائے۔

۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے کہ حضرت حافظ غلام حبیب رحمہ اللہ کو اپنے مدرسہ کے لیے ایک عالم کی ضرورت تھی، اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ سے کراچی رابطہ کیا اور خود بنفس نفیس وہاں تشریف لے گئے، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کا بتایا کہ ان سے رابطہ کر لیں، اگر وہ آپ کے ہاں آ جائیں تو مناسب رہے گا۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے انہیں والد ماجد کے نام گرامی نامہ بھی لکھ کر دیا، اس گرامی نامہ کی پشت پر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی تحریر بھی تھی۔ حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ کا گرامی نامہ اور حضرت رحمہ اللہ کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

۷۸۶

۱۷/اپریل ۵۲ء

عزیز محترم مولوی عبدالشکور صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعا ہے کہ آپ باعافیت ہوں اس وقت میرے پاس ایک بزرگ چکوال ضلع جہلم سے

تشریف لائے ہوئے ہیں،ایک مدرسہ وہاں قائم کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے ایک عالم کی ضرورت ہے، میں نے آپ کے بارہ میں مشورہ دیا ہے اوران سے یہ عرض کر دیا ہے کہ کوئی آدمی آپ کے پاس بھیج کر آپ کو بلالیں، میرے نزدیک آپ اس آدمی کے ساتھ تشریف لے جاویں، کام شروع کر کے چندروز دیکھیں طرفین سے مناسبت ہوتو مستقل قیام تجویز فرمالیں اور معاملہ طے کرلیں ورنہ واپس ہوجائیں میں بھی ان شاءاللہ تعالیٰ اتوار کے روز راولپنڈی پہنچوں گا،اگر وقت میں گنجائش نکلی تو چکوال چند گھنٹوں کے لیے پہنچوں گا پھر لاہور جانا ہے، بہرحال آپ وہاں پہنچ جائیں اور کام شروع کر کے مناسبت دیکھیں،اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ طرفین کے لیے نافع ہوگا۔والسلام

بندہ محمد شفیع عفی عنہ

چکوال کا پتہ یہ ہے۔دارالعلوم حنفیہ چکوال ضلع جہلم

از غلام حبیب مہتمم دارالعلوم حنفیہ چکوال

محترم حضرت مولانا صاحب زید مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض آنکہ عریضہ ھٰذا مؤرخہ ۲۱/اپریل ۵۲ء کراچی سے روانہ خدمت ہے، بندہ کل یہاں سے واپس چکوال جارہا ہے،آپ آنے والا جمعہ مؤرخہ ۲۵/اپریل چکوال پڑھائیں تاکہ آپ سے بات چیت کی جائے،اڈالاری پراتر کر جامع مسجد مرکزیہ کالج روڈ تشریف لاویں، یا خادم قوم امیر علی خان بزاز یا راجہ بوستان خان منیجر بینک کے پاس تشریف لے آویں، یہ ان شاء اللہ آپ کو سنبھال لیں گے،مکرر التماس ہے کہ جمعہ پر آپ ضرور پہنچیں کہ اس موقع پر جملہ احباب موجود ہوں گے،تار بھی کل آپ کو دی جائے گی۔

یہ دونوں تحریریں تہتر سال قبل کی احقر کے پاس محفوظ تھیں ع داشتہ آید بکار

آج بڑے مناسب موقع پر انہیں پہلی مرتبہ شائع کیا جارہا ہے۔

حضرت غلام حبیب صاحب رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ والدصاحب ان کے ہاں تشریف لے جائیں،اس سلسلہ میں انہوں نے ایک الگ مکتوب بھی تحریر فرمایا تھا لیکن ایسا مقدر میں نہ تھا۔حضرت والدصاحب فرماتے تھے کہ ساہی وال کے احباب و متعلقین نے وہاں جانے کی اجازت نہ دی،اس لیے میں چکوال نہ جاسکا۔

کافی عرصہ بعد چکوال جانے اور آپ سے ملاقات کا واقعہ یوں پیش آیا ۱۹۸۹ء میں جامعہ اسلامیہ پنڈی میں بے نظیر کی سربراہی کے خلاف ایک اجلاس تھا جس میں ملک بھر سے علماء کرام نے شرکت کی حضرت والد صاحب بھی تشریف لے گئے، احقر اور برادر معظم مولانا سید عبدالصبور ترمذی مرحوم بھی ساتھ تھے، واپسی پر چکوال کا پروگرام بن گیا، ہم حضرت کی خدمت میں ان کے مکان پر حاضر ہوئے، والد صاحب کا تعارف ہونے اور حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے سلسلہ سے نسبت معلوم ہونے کے بعد حضرت نے اکرام میں کوئی کسر نہ چھوڑی، بے حد خوش ہوئے، بڑی تواضع اور اکرام سے پیش آئے، ان دنوں حضرت کے بڑے صاحبزادہ جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم حرمین کے سفر سے تشریف لائے تھے اس لیے حضرت نے زمزم اور کھجوریں بھی پیش فرمائیں اور زیر تعمیر حمزہ مسجد میں لے جا کر والد صاحب سے دعا بھی کرائی، پھر حضرت نے اس بات کا ذکر بھی فرمایا کہ جھنگ جاتے وقت کئی مرتبہ ساہی وال اڈے پر نماز کے لیے رکنا ہوا لیکن معلوم نہ تھا کہ آپ وہاں تشریف فرما ہیں ورنہ ضرور حاضر ہوتا۔

ہم ان دونوں بزرگوں کی ملاقات اور حضرت کی شفقت وعنایت اور نسبتوں کی قدر دانی کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے، کسی نے صحیح کہا

ع انما یعرف ذا الفضل من الناس ذووہ

بندہ اس سے قبل ۱۹۸۶ء میں حضرت کی زیارت کر چکا تھا، جب آپ دفاع صحابہ کانفرنس جھنگ میں تشریف لائے تھے ہم سب کو نماز جمعہ ادا کرنے کا وہاں شرف حاصل ہوا اور جمعہ کا خطبہ بھی آپ نے خاص انداز میں دیا تھا۔

حضرت پیر عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ، ان کے والد گرامی رحمہ اللہ باکمال اور عظیم لوگوں اور بزرگوں میں سے تھے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماویں اور اخلاف کو ان کے اخلاق حسنہ کے اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

۱۴۲۷/۷/۳ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

ابھی حضرت مولانا عبدالرحیم نقشبندی رحمہ اللہ کی وفات کا غم تازہ تھا کہ حضرت پیر حافظ ذوالفقار صاحب نقشبندی رحمہ اللہ کے سانحہ وفات نے اسے دوچند کر دیا، لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت میں کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں وہ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی، ان کے ہر فیصلہ میں نہ جانے کتنی حکمتیں ہیں، ایک بندہ کا کام تو یہ ہے کہ اس کے ہر فیصلہ پر سر تسلیم خم کر دے اسی کا نام اسلام ہے ؎

''اسلام'' تسلیم و رضا کے ماسوا کچھ بھی نہیں
وہ وفا سے خوش نہ ہوں تو پھر وفا کچھ بھی نہیں

ایک ہی سلسلہ کے دونوں حضرات اور بزرگوں کا یکے بعد دیگرے اٹھ جانا یہ محض کوئی اتفاق نہیں بلکہ تقدیر کا حصہ ہے، کماقال تعالیٰ :انا کل شیء خلقناہ بقدر

اللہ تعالیٰ حضرت کی حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات کو معاف فرما کر محض اپنے فضل و کرم سے مغفرت اور درجات عالیہ سے مشرف فرمائیں، ماشاء اللہ تعالیٰ انہوں نے بڑی بھرپور اور عملی زندگی گزاری ہے، دنیاوی طور پر اگرچہ ان کی تعلیم عصری تعلیم تھی لیکن اکابر کی صحبت کی برکت اور ذاتی دلچسپی سے انہوں نے دینی تعلیم بھی حاصل کی اور سلسلہ نقشبندیہ سے باقاعدہ انسلاک اور مشائخ عصر سے اصلاح و تربیت کے بعد ایک بڑا مقام حاصل کیا اور آپ کا فیض پاکستان کے علاوہ بین الاقوامی سطح تک پھیل گیا، ہر جگہ آپ کے خدام اور متوسلین کا حلقہ پایا جاتا ہے۔

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بیان کا بھی بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا، اس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی خاص ذوق تھا، ان کے بیانات اور کتابوں سے بھی لاکھوں

افراد نے فائدہ حاصل کیا،ان کا عظیم کارنامہ جھنگ شہر میں ایک عظیم دینی ادارہ ''معہد الفقیر'' کا قیام ہے،جس میں دورہ حدیث شریف تک تعلیم دی جارہی ہے،اور سینکڑوں طلبہ ہر سال وہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔دینی تعلیم اوراصلاحی وخانقاہی نظام دونوں کا اجتماع ایک حسین امتزاج اوراس ادارہ کی خصوصیت ہے۔

ان کی باقیات صالحات میں اس کے علاوہ ان کے فرزندان گرامی بھی ہیں،جوان کے ادارہ اور خانقاہ کوآباد کرنے میں خوب دلچسپی لے رہے ہیں۔غرضیکہ ان کے بہت سے ایسے کارنامے ہیں جوان کے لیے بہترین صدقات جاریہ ہیں،دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے خلفاء ومتوسلین بطورخاص ان کی صالح اولادکوان کے تمام آثاروباقیات کوقائم رکھنے کی توفیق عطافرمائیں۔

احقر کا جھنگ سے پرانا تعلق ہے اکثروہاں جانالگا رہتا تھا،بعض اوقات جمعہ کا دن بھی وہیں آجاتا تواحقر جمعہ کی نمازمولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کی مسجد میں ادا کرتا،کیونکہ یہ مسجد احقر کی رہائش محلّہ باغ والا سے قریب تھی،یاد پڑتا ہے کہ ۸۶۔۱۹۸۵ء،میں کئی جمعوں میں حضرت پیرذوالفقارصاحب رحمہ اللہ کے بیانات سننے کا موقع ملا،اس وقت بیانات سے جوتأثر قائم ہوا،اسی طرح ان کا انداز بیان،اس کی حلاوت اب تک یاد ہے۔ بعد میں گاہے گاہے مختلف مقامات پر بیانات سنے،لیکن ان سے زیادہ نیاز حاصل کرنے کا موقع نہیں ہوا،اس لیے احقر زیادہ تفصیلی مضمون لکھنے سے قاصر ہے،بس انہی چند کلمات پر اکتفا کرکے اجازت چاہتا ہوں،غفر اللہ لناولہ وادخلناالجنة برحمته جمیعاً، آمین۔

۳/۷/۱۴۴۷ھ

جمع وترتیب:عبدالناصر ترمذی

مکاتیب ترمذی (قسط۴)

پاک وہند کا شاید ہی کوئی خطہ ہو جہاں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کا علمی وروحانی فیض نہ پہنچا ہو،خانوادۂ ترمذی کے اکابرین فقیہ ملت حضرت مفتی عبدالکریم ترمذی (گمتھلوی) اور فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہما بھی حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے کسب فیض کیے ہوئے اور آپ کے صحبت یافتہ تھے اوران حضرات کی دینی،علمی، تصنیفی،تدریسی،تبلیغی، فقہی اور سیاسی اور خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں،خانودۂ ترمذی اوران حضرات کی پاک وہند کے نامور علماء ومشائخ اوراکابرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی ساتھ گزشتہ ایک صدی کے دوران کی جانے والی نادرونایاب خط وکتابت شائع کی جارہی ہے،جس میں جابجا علمی جواہر بکھرے ہوئے ہیں۔امید ہے کہ قارئین اس مبارک اور مفید سلسلہ سے استفادہ فرمائیں گے۔(ادارہ)

دیگر حضرات سے خط وکتابت

اس عنوان کے تحت ہم حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہ مکتوبات درج کررہے ہیں جوآپ نے مختلف حضرات کے نام تحریر کئے۔ان خطوط سے اپنے دور کی شخصیات سے تعلقات کے علاوہ آپ کی دینی،علمی اورتبلیغی خدمات، نیز عہدرفتہ کی تاریخ بھی سامنے آجاتی ہے۔

بنام حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہ

حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی اورحضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ دونوں خواجہ تاش،ایک ہی شیخ کے مریداورعاشق زار تھے،دونوں میں بہت بے تکلفانہ تعلقات قائم تھے،طویل عرصہ تک دونوں حضرات دربار اشرفی سے منسلک ہونے کے ساتھ بہت سے علمی وفقہی امور میں ایک دوسرے سے گفتگو،تبادلۂ خیال اور باہمی مشورہ فرماتے رہے۔ان حضرات کے مابین آپس میں جو بے تکلفی،محبت اورتعلق تھا وہ ان خطوط

سے واضح ہے جوانہوں نے ایک دوسرے کو تحریر کئے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے دوخطوط جو آپ نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو تحریر فرمائے پہلی مرتبہ البلاغ کے مفتی اعظم نمبر بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ میں شائع ہوئے جبکہ تیسرا خط پہلی مرتبہ شائع ہو رہا ہے، اسی طرح حضرت مفتی عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمودہ مکتوب بھی پہلی مرتبہ شائع ہو رہا ہے جو حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ کے ذخیرۂ مخطوطات میں محفوظ ہے، افسوس کہ باقی خطوط محفوظ نہ رہ سکے اور تقسیم ہند کی نظر ہو گئے، انّـــــا للّٰہ ۔حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ کے نام دونوں مکتوب آپ نے مکہ معظّمہ زادہا اللہ شرفا وتکریما سے تحریر فرمائے۔

آپ کے یہ مکتوبات جب البلاغ کے مفتی اعظم نمبر میں شائع ہوئے تو ان پر حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم نے چند سطور پر مشتمل ایک مختصر مگر جامع حاشیہ تحریر فرمایا قارئین ''الحقانیہ'' پہلے وہ حاشیہ اور پھر اصل خطوط ملاحظہ فرمائیں:

> ''حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اکابر متوسلین میں سے تھے اور عرصہ دراز تک تھانہ بھون میں فتویٰ کی خدمت انجام دیتے رہے۔''الحیلۃ الناجزۃ'' کی تصنیف میں حضرت تھانوی نے جن دو حضرات سے خصوصی مدد لی ان میں حضرت والد صاحب کے علاوہ آپ بھی شامل تھے، حضرت والد صاحب سے آپ کے بہت بے تکلفانہ تعلقات تھے جن کی جھلک ان خطوط میں ملتی ہے'' ۔تقی

(۱) میرے دوست السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ جگہ جگہ یاد آتے رہتے ہیں اور ناچیز دعاء میں شامل کرتا رہتا ہوں ،کاش! کہ آپ میرے ساتھ ہوتے ،علاوہ رفاقت سفر کے مناسک میں بھی آپ راہنمائی

فرماتے، گوآپ نے غنیہ عطا فرمائی ہے مگر وہ آپ کی پوری قائم مقامی نہیں کرسکتی، جب وہ ہم سے نہیں بولتی تو مجبوری ہوجاتی ہے، آپ سے وہ اچھی طرح بولتی اور آپ کو ہم بولنے پر مجبور کرتے، خوب لطف رہتا، حق تعالیٰ یہ دولت نصیب فرمائے، خدا کا شکر ہے کہ مناسک حج تقریباً ختم ہو چکے صرف آج کی رمی باقی ہے جس کا وقت عنقریب آرہا ہے، خط یہاں اس واسطے لکھا ہے کہ بعض لوگ جانے والے ہیں ان کی معرفت روانہ کرنے کا خیال ہے، جس طرح ہوا لشٹم پشٹم افعال حج ادا کررہے ہیں، خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمالے، آپ بھی دعا فرماویں سخت محتاج ہوں، اس در پر آ کر بھی ناکام رہا تو پھر کہاں ٹھکانہ ہے۔

جناب مولوی صاحب کی خدمت اقدس میں سلام مسنون عرض کرنے کے بعد دعاء کی درخواست ہے اور حضرت میاں صاحب کی خدمت اقدس میں بھی، سب بچوں کو دعاء پیار، غالباً توقع ہے کہ کم از کم ایک ماہ قیام کے بعد مدینہ منورہ کو روانگی ہوگی، ممکن ہے کہ دو ماہ قیام ہوجائے، بہرحال دعاء میں یاد رکھیں اور مدرسہ صولتیہ کے پتہ پر اپنی خیریت سے مع متعلقین جلد مطلع کریں، باقی خیریت ہے، بحمداللہ صحت بہت اچھی ہے، یہ مبارک سفر موافق آ گیا والحمدللہ علی ذٰلك حمدا كثيرا۔

احقر عبدالکریم عفی عنہ وارد حال بازار منیٰ

مورخہ ۱۳ر ذوالحجہ ۵۳ھ یوم دوشنبہ

(۲) مولانا المکرّم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو تو احقر کا عریضہ عین انتظار میں مل گیا اور اس کی تصدیق بھی منشی سید حسین صاحب کے ذریعہ ہوگئی لیکن احقر کو جناب کا نوازش نامہ اس وقت ملا جب کہ انتظار ختم ہوکر مایوسی ہوچکی تھی اور ہم روٹھ گئے تھے، جس ڈاک میں بھی وطن وغیرہ خط لکھتا تھا اس میں

ایک خط خدمت سامی میں بھی روانہ کر دیتا تھا، لیکن جب کسی کا جواب نہ آیا اور یکم صفر کی ڈاک میں آپ کو فہرست سے خارج تصور کر لیا گیا تو ۸ر صفر کو ایک مزید ارخط پہنچ ہی گیا، جس شب کی آپ نے شکایت لکھی ہے اسی شب آپ کو ایک خط لکھا، پھر غالبا راستہ میں کراچی یا کامران سے لکھا، پھر منزل مقصود پہنچ کر ۲۶ یا ۲۷ر ذیقعدہ کو لکھا مگر تماشا ہے کہ ان میں سے آپ کسی کی رسید نہیں دیتے، صرف بازار منیٰ کے خط کا جواب تحریر فرماتے ہیں، خیر غنیمت ہے بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔

مدینہ طیبہ اگر آپ نے مولانا سید احمد صاحب کی معرفت خط بھیجا ہے تب تو مجھے ان شاء اللہ تعالیٰ مل جائے گا کیونکہ مولانا موصوف کو ایک خط لکھ دیا تھا کہ احقر کچھ روز بعد حاضر ہوگا اگر میرا کوئی خط آوے تو رکھ لیجئے۔ آپ کا قصیدہ پڑھا بڑے استاد نکلے نہ برد یکھا نہ بحر، نہ سردی چکھی نہ گرمی، مزے سے گھر بیٹھے زیارت حرمین کا ثواب لوٹ لیا، آخر ہو نہ بقول مولانا مرتضیٰ حسن صاحب پھر الخ۔

واقعی یہاں کی حاضری ہے بڑی دولت بے بہا، اس پر جس قدر بھی رشک کیا جائے کم ہے، مگر دعا فرمایئے کہ جس طرح اپنی رحمت سے حاضری کی توفیق بخشی ہے اسی طرح اس کو قبول بھی فرما لیا جائے، زیادہ افسوس تو اس کا ہے کہ کچھ کرنا دھرنا نہ تھا تو کم از کم طلب تو ہوتی مگر طلب تک نہیں تو کیا انجام ہوگا؟ حق تعالیٰ رحم فرماوے، ایک روز باب کعبہ کے سامنے باب النبی و باب العباس کی درمیانی کیاری میں بیٹھے بیٹھے عرض کر رہا تھا۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئا للہ ز جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

مگر خیال آیا کہ زنبیل کہاں ہے؟ یہ تو کسی طالب کی درخواست ہے یہاں تو اول

زنبیل کا سوال چاہئے، بیت اللہ شریف میں داخلہ کا بڑا شوق ہے لیکن رشوت کی بیخ مانع ہوئی ہے، سنا کرتے تھے کہ ۱۰ محرم کو عام داخلی ہوتی ہے مگر معلوم ہوا کہ اب وہ بھی موقوف ہوگئی، اتفاق سے ایک روز عربی ۴ بجے اچانک نظر پڑی کہ زینہ لگا ہوا ہے دوڑ کر پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابھی عورتیں ہیں، جب وہ باہر آجاویں تب مردوں کو اجازت ملے گی، یہاں تک تو غنیمت تھا امیدواروں میں کھڑا ہوگیا، عورتیں نکل آئیں تو مرد زینہ پر چڑھے لیکن صدا آئی ارجعوا ارجعوا حریم فی ،اس پر بھی صبر کیا واپس آگئے کہ باقیات صالحات کو بھی آجانے دو، لیکن ان کے آنے پر جو حکم سنایا گیا باب مسکوك تو نہ پوچھئے کیا گزری ،مجمع پر سکتہ کا عالم تھا، اِدھر تو یہ حالت اُدھر انحوات چلا رہے ہیں کہ زینہ کھینچو، اول تو سنا ہی مشکل سے پھر قہر درویش بر جان درویش اس کو لپٹے تو جان کسی میں نہ تھی جو وہ کھسکے مگر جوں توں کر کے کھینچنا ہی پڑا، یہاں بات ختم نہیں ہوئی آگے سنئے، جب زینہ پہنچ چکا تو شیبی صاحب سے ایک افسر نے کہا، اس پر اس نے دروزاہ کھول دیا اور معمولی سیڑھی لگائی گئی، جان میں جان آگئی، بہت سے آدمی پہنچ گئے لیکن ہماری باری قریب آئی تو اتفاق سے سیڑھی گر گئی، کمند ٹوٹنے کا شعراب پڑھ لیجئے ، آخر کار ہر چند کوشش کی شیبی صاحب نے اجازت ہی نہ دی، آپ نے الخیر فیما وقع پڑھ کر اطمینان حاصل کیا ہم نے شعر ذیل پڑھ کر اضطراب بڑھایا۔

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی باز ار خویش آتش ما تیز می کنی

آپ نے قصیدہ کے متعلق جو لکھا ہے کہ آپ کے تخطئہ سے نہیں ڈرتا اس لئے یہ اشعار بھیجتا ہوں مگر کسی دوسرے ادیب کو دکھا کر رسوا نہ کریں، اس حکم کی خلاف ورزی ضرور کرتا مگر کسی سے واقفیت ہی نہیں آپ کا مقصد حاصل ہوگیا، مجبور التعمیل ارشاد کرتا ہوں، باقی رہا تصویب وتخطئہ تو جو کچھ کبھی کبھار ایک آدھ لفظ پر جناب کی توجہ منعطف کرا دیتا تھا وہ دراصل آپ کا ہی فیض ہوتا تھا جس کا حلقہ اثر اب معلوم ہوا کہ محدود ہے یہاں، تک اس کی

رسائی نہیں لہٰذا کچھ عرض نہیں کرسکتا اور خطا آپ ہی کی ثابت ہوئی۔

دعا میں جو آپ کو شامل رکھا اس کے متعلق درخواست تو مجھے یاد بھی نہ رہی تھی، آپ کی عنایت نے خود یاد دہانی کی اور اتفاق سے وہ اجزاء دعاء میں شامل ہوتے تھے جو آپ نے لکھے ہیں الحمد للّٰہ علٰی ھٰذا التّوفیق۔

تاہم آپ کی درخواست کو دیکھ کر مزید خیال ہوا اور اسی وقت حرم شریف میں حاضر ہوکر ایک طواف خاص ان دعاؤں ہی کی غرض سے کیا، حق تعالیٰ قبول فرماوے۔ مولوی صاحب کیلئے صحت وقوت اور عافیت دارین کی دعاء بھی کرتا رہتا ہوں اور قاضی صاحب کا بھی دعاء گو ہوں، ہر دو حضرات کی خدمت میں میرا سلام عرض کردیں نیز دعائے خیر کی درخواست ہے، علیٰ ہٰذا حضرت میاں صاحب سے، اور بچوں کو دعاء پیار، اب واپسی اور مدینہ منورہ کی سنیے، آپ جو ۴ر محرم کو میری واپسی کے متعلق صبح شام کا انتظار کررہے تھے اس وقت غالباً آپ کو میری رفتار یاد نہ رہی ہوگی، حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حج کے ساتھ مزید قیام کی دولت بھی عطا فرمائی، اب غالباً ۲۱، ۲۲ر صفر کو روانگی ہوجائے گی، آج خبر مل گئی ہے کہ کوشان ختم ہوگیا ہے اب لاری کا کرایہ ساڑھے تین گنی اور ریال ہوگیا، اونٹ کا کرایہ اب تک محقق طور پر معلوم نہ ہوسکا، ۲۰ روپے، ۴۰ روپے فی کس کی روایات ہیں، آج کل میں ان شاء اللہ تحقیق ہونے پر کرایہ داخل کرادیا جاوے گا، اونٹ پر جانے کا ارادہ ہے، پانچ سات روز انتظام میں لگ جاویں گے اور ممکن ہے کہ ۲۵ تک قیام ہوجائے، ایسا ہوا تو قیام کے پورے تین ماہ ہوجائیں گے، اب بحذف کسر اڑھائی ماہ ہوچکے ہیں، وہاں حاضر ہوکر آپ کا اور والدہ محمد زکی کا سلام عرض کردوں گا، اور اگر موقع لگا تو ان شاء اللہ آپ کا قصیدہ مولجہ مبارکہ میں پڑھ دوں گا، ربیع الثانی کے ختم تک مدینہ منورہ حاضر ہوکر اوائل جمادی الاولیٰ میں واپسی کا عزم ہے، امید ہے کہ ان شاء اللہ ختم جمادی الاولیٰ تک ملاقات ہوجاوے گی والامر بید اللّٰہ سبحٰنہ۔ جب آپ نے تین ورق لکھے تو ہم کیوں نہ لکھیں۔

اب انتظام مصارف کا مسئلہ باقی رہا سو اول آپ بتلایئے کہ.....تک ضرورت ہونا اور ان کا رفیق سے مل سکنا آپ کو کس طرح معلوم ہوا؟ یہ کشف نہیں تو کیا ہے، جب آپ کو پہلا خط لکھا اس وقت تک کوئی ظاہری انتظام نہ ہوا تھا جس کی اطلاع دیتا، ویسے ہی ارادہ کرلیا تھا اور انتظام کی دعاء مانگ رہا تھا، حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں بھی دعا کے واسطے لکھ دیا تھا، شروع میں ایک رنگونی صاحب نے سو روپیہ ہدیۃً عنایت کیا اور دریافت پر معلوم ہوا کہ مولانا ظفر احمد صاحب نے ان کو اس کا اشارہ لکھا ہے جزاھما اللہ تعالیٰ۔

اس کے بعد جو تخمینہ کیا تو وہ یا کچھ کم کی اور ضرورت رہی تھی، اس کی دعاء کرتا رہا اور یہ بھی کہ اسی ماہ میں برکت ہوجائے کچھ کفایت کرلوں گا، اسی خیال میں تھا کہ قرض لوں یا کفایت اختیار کروں کہ آپ کا خط آ گیا، اب مولوی عبدالرحمٰن صاحب بخاری سے تعارف نہیں اس لئے ان سے کہتے ہوئے حجاب ہوا اور مولانا شفیع الدین صاحب سے عرض کرتے ہوئے بھی شرم آئی، سوچ رہا تھا کہ کیا کروں کہ رفقاء میں سے ایک صاحب نے از خود کہا کہ اگر آپ کو کچھ خرچ کی ضرورت ہو تو.....روپے تک میرے پاس بالکل زائد ہیں بے تکلف کہہ دیجئے، غنیمت سمجھا اور لے لئے، آپ کو بھی دعاء دی اور انہیں بھی اور یہ رقم ان کو واپسی پر دینا ہے، لیکن اگر آپ کو انتظام میں اسی وقت زیادہ سہولت معلوم ہوتی ہو تو خلیفہ صاحب کے پاس جمع کردیں، وہ وکیل بالقبض ہیں مؤکل نہیں.....آپ سے لینا ہے تو بڑا ظلم، آپ کے ذمہ بہت مصارف ہیں خیال آیا کہ صرف.....لے لوں اور کچھ کفایت کروں مگر آپ کی اور ان صاحب کی موافقت سے گمان ہوا کہ یہ تعیین غیب سے معلوم ہوتی ہے ادھر اپنی کفایت شعاری کا حال معلوم ہے، اس واسطے.....لے لئے حق تعالیٰ شانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرماویں دنیا میں بھی آخرت میں بھی، اب بظاہر خرچ بہت کافی ہوگیا ہے والحمدللہ علیٰ ذٰلک مگر حال میں برکت کی اور امداد خداوندی کی حاجت ہے، دعاء کیجئے کہ برکت اور امداد شامل حال رہے، نیز مقصود اصلی رضاء و جنت حاصل ہونے کی دعاء بھی فرمادیا کریں۔فقط والسلام مع الاکرام

اورصحت احقر کی تکمیل حج تک تو اچھی رہی اس کے بعد کچھ روز نزلہ بخار کی شکایت رہی جس کا یہاں عام طور پر اہل شہر پر بھی اثر تھا، بعدازاں مسافرین کو عموماً جو دستوں کی شکایت ہو جایا کرتی ہے وہ ہوئی اور خوب ہوئی، سخت کمزور ہو گیا، اب بفضلہٖ تعالیٰ تقریباً طبیعت بالکل صاف ہے، ضعف بھی بڑی حد تک جاتا رہا، صحت وقوت مقفیٰ کی دعاء کرتے رہیں جیسا کہ خلیفۃ المسلمین کیا کرتے ہیں اور یہ بھی دعاء فرمائیے کہ بار قرض سے جلد سبکدوشی حاصل ہو، لوگ تو سبکدوش ہو کر حج کو آیا کرتے ہیں قرض میں اضافہ کر کے آیا، اگر آپ حضرات کی دعاء رہی تو واپسی پر جلد سبکدوش ہو جانا بعید نہیں۔ باقی رہا قرض کا سواس کے متعلق السّاقط لا یعود کی تصریح کتب فقہ میں موجود ہے ملاحظہ فرمالیں اور جدید قرض بدوں سفارت کے ہوتا نہیں اور ہم آپ کو سفیر بناتے نہیں کیونکہ آپ جائز نہیں بنے، غالباً سب اجزاء کا جواب ہو گیا اور آج ڈاک جا رہی ہے لہٰذا ختم کردم، والحمد للّٰہ الذّی بنعمتہٖ تتمّ الصّالحات۔

احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ از مکہ مکرمہ

مورخہ ۸ر صفر ۱۳۵۴ھ یوم سہ شنبہ

نوٹ:

اگر ربیع الاول کے ختم تک خط بھیجا جاوے تو مجھ کو مدینہ منورہ میں ان شاء اللہ مل جائے گا، جب آپ نے گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا ہے ردکن بھی وصول کرنا ضروری ہوا۔

براہ عنایت جالندھر کے خط کا ٹکٹ لگا کر اور مدینہ منورہ کے لفافے پر ۳ کے ٹکٹ لگانے کے بعد حضرت والا کی خدمت کا جو لفافہ رکھا ہے اس پر اکا ٹکٹ لگا کر ڈاک میں چھوڑ دیں۔

(از مفتی اعظم نمبر ص ۱۲۳۳)

(۳)

۷۸۶

مکرم بندہ جناب مفتی صاحب زادمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک خط سہارنپور سے ارسال خدمت کر کے بمبئ میں جواب کا انتظار کرتا رہا، خیال تھا کہ اس موقع پر آپ خلاف عادت عجلت سے جواب تحریر فرمادیں گے، مگر ماشاءاللہ صاحب تمکین ہواس لیے ہم جواب سے محروم رہے۔

خیر خدا کرے کہ سب اہل وعیال عافیت سے ہوں، خیریت سے واپس آ گیا تو ان شاء اللہ پھر ملاقات ہوگی ''یار باقی صحبت یار باقی'' مشہور ہے، مگر دیکھیے دعا میں نہ بھولنا۔ والد صاحب قبلہ سے سلام عرض کر دیں، نیز درخواست دعا اور سب بچوں کو درجہ بدرجہ دعا پیار۔

دوسرا پرچہ حضرت میاں صاحب کی خدمت اقدس میں پیش کر دیجئے۔

اس وقت یلملم کے قریب ہیں ان شاء اللہ کل جدہ پہنچ جاویں گے، بحمدہ تعالیٰ بالکل عافیت سے سفر پورا ہوا اب منزل قریب آ گئی ہے حق تعالیٰ خیریت سے پہنچاوے۔ فقط والسلام

احقر عبدالکریم عفی عنہ

از بحری جہاز

مؤرخہ ۲۱/ذیقعدہ ۵۳ھ

مکتوب مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ بنام حضرت گمتھلوی قدس سرہ

ذیل میں حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا بھی ایک گرامی نامہ درج ہے جوانہوں نے تقسیم ملک کے وقت حضرت جدامجد قدس سرہ کو تحریر فرمایا، اس سے جہاں اس وقت کے حالات پر روشنی پڑتی ہے وہیں دونوں حضرات کی بے تکلفی کا بھی پتہ چلتا ہے۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ ۷۸۶

دیوبند ۲۴ رشوال ۶۶ھ

مخدومی مولانا عبدالکریم صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے مذہب میں تو خط لکھنا گناہ ہی ہے، آپ کے جانے کے بعد سخت تشویش آپ کی طرف سے لگی رہی کہ تھانہ بھون واپس گئے یا خدانخواستہ انبالہ کا قصد کیا، کیونکہ انبالہ کے بارہ اس اثناء میں بہت سخت خبریں موصول ہوئیں۔ تھانہ بھون لکھا اس کا بھی آج جواب ملا جس سے اطمینان ہوا کہ آپ انبالہ نہیں گئے، آج ہی آپ کا والا نامہ بھی ملا۔

سید محتشم اوران کے بھائی سید محترم دونوں ۲ ستمبر کو کراچی سے ہوائی جہاز میں دہلی پہنچے، اسی روز شام کو دیوبند آنے کیلئے اسٹیشن آئے، میرٹھ لائن کو لوگوں نے مخدوش بتلایا، مرادآباد لائن کا مشورہ دیا، بحکم قضاء وقدر اسی طرف سے روانہ ہوئے، راستہ میں گجرولہ اسٹیشن کے قریب گاڑی پر حملہ ہوا، اس میں یہ دونوں سیدین شہید کردیئے گئے انّاللّٰہ وانّا الیہ راجعون، لاشیں گجرولہ اتاری گئیں، وہیں دفن ہوئیں، دیوبند میں تین روز کے بعد ان کی افواہیں پھیلیں، چوتھے روز تصدیق ہوگئی، حقیقت یہ کہ دیوبند کے مسلمان بے سر ہوگئے، سارے قصبہ میں کہرام مچا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرماویں، آپ بھی سفر کی ہرگز جلدی نہ کریں جب تک آنے جانے والوں سے امن طریق کا مکمل اطمینان نہ ہوجائے۔

بخدمت مولانا ظہورالحسن صاحب سلام مسنون عرض ہے۔ والسلام

محمد شفیع عفی عنہ

(جاری۔۔۔۔)

مترجم:عبدالناصر ترمذی

نصیحت آموز خواب

علامہ عبدالوھاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۸۹۷ھ-۹۷۳ھ) مصر میں بہت بڑے ولی اللہ اور صوفی بزرگ گزرے ہیں۔آپ شریعت وطریقت کے جامع تھے،اس لیے آپ کی کتب علماء اور صوفیا حضرات دونوں میں مقبول ہیں۔تصوف کے موضوع پر آپ کی بہت سی کتب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔زیرنظر مضمون ''اہل اللہ اور مال ودولت'' آپ کی مشہور کتاب ''تنبیہ المغترین'' کے باب چہارم کے کچھ حصہ کا ترجمہ ہے،جس میں اولیاء کرام رحمہم اللہ کے نصیحت آموز خوابوں کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔(ازمترجم)

اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ: وہ اگر کوئی خواب دیکھیں تو اس سے بھی نصیحت حاصل کرتے ہیں،آج کل کے بعض خودساختہ صوفیوں کی طرح انہیں ''اضغاث احلام''یعنی پریشان خیالات کہہ کرنا قابل التفات نہیں سمجھتے۔

ایک غلط خیال کی تردید

بعض لوگ (صوفیا حضرات) یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ خواب جس نے دیکھا ہے اسی کے لیے ہے جس کے متعلق دیکھا ہے اس کا اس خواب سے کوئی تعلق نہیں ہے،یہ جاہلانہ بات ہے کیونکہ اچھے خواب مومن کے لیے وحی کی مانند ہیں جو الہام والا فرشتہ اس کے پاس لے کر آتا ہے تاکہ اسے وہ چیزیں دکھا سکے جن سے وہ بیداری کی حالت میں لاعلم رہتا ہے۔

خواب میں تنبیہ

میں (مصنف علیہ الرحمہ) نے اپنی ایک دوسری کتاب میں اپنا یہ تجربہ ذکر کیا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب کے اندر میری ان کوتاہیوں پر بار بار تنبیہ ہوتی رہتی ہے جن میں لاشعوری طور پر مبتلا ہو جاتا ہوں،اور اپنی جن خامیوں کا مجھے علم ہے ان سے رکنے کے لیے خوابوں کی ضرورت نہیں، بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کے وہ ارشادات گرامی ہی کافی ہیں جن میں اس طرح کے کاموں پر سزا سے ڈرایا گیا ہے۔

خوفناک مناظر

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: میں نے مسلم بن یسار کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے مجھے جواب دیا کہ: اللہ کی قسم! میں نے دل دہلا دینے والے مناظر اور سختیاں دیکھیں۔

امراء کے کھانے

حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے موسیٰ بن مہران کی وفات کے بعد انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ: وفات سے لے کر اب تک مجھ سے امراء کے ہاں کھائے گئے کھانوں کے متعلق سوال ہو رہا ہے۔

صرف ایک ''سوئی'' پر مؤاخذہ

مشائخ میں سے کسی نے فرمایا ہے کہ: میں نے حسن بن ذکوان کے وصال کے ایک سال بعد انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے فرمایا کہ: میں اب تک ایک سوئی کی وجہ سے قید ہوں جو میں عاریۃً لے کر واپس نہیں دے سکا تھا۔ میں نے پوچھا اے بھائی! کن لوگوں کی قبریں زیادہ روشن اور منور ہوتی ہیں؟ فرمایا: ''ان لوگوں کی قبریں زیادہ روشن ہوتی ہیں جو دنیا میں زیادہ مشقت اور سختی برداشت کرتے ہیں''۔

خواب کے مختلف زاویے

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: بعض لوگوں کو کسی نیک آدمی کے متعلق برا خواب دکھایا جاتا ہے تاکہ اس سے عبرت حاصل کر کے نیک اعمال کی طرف زیادہ رغبت کریں، اور بسا اوقات کسی برے آدمی کے متعلق اچھا خواب دکھایا جاتا ہے جس کے نتیجے میں اس کی سرکشی مزید بڑھ جاتی ہے۔

دوزخ کا خوف

جیسا کہ جب کسی شخص نے حضرت ربیع بن خیثم رحمہ اللہ سے کہا کہ میں نے خواب میں آپ کو جہنم میں دیکھا ہے، تو آپ نے اس کے بعد رات کو سونا ہی چھوڑ دیا وہ فرماتے تھے کہ دوزخ کے خوف نے میری نیند چھین لی ہے۔

نفس کا محاسبہ

کسی شخص نے حضرت علا بن زیاد رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ: گزشتہ شب میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ ہنسی خوشی جنت میں ٹہل رہے ہیں، آپ نے فرمایا: ''کیا شیطان کو مذاق اڑانے کے لیے میرے علاوہ اور کوئی نہیں ملا؟ اور اسے تجھ سے زیادہ کوئی بے وقعت شخص نہیں ملا کہ اس نے تجھے اپنا قاصد بنا کر میرے پاس بھیجا ہے''۔

خود کو باکمال سمجھنا

حضرت فرقد سنجی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: ایک مرتبہ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ الحمدللہ اب میں صابرین میں شامل ہو چکا ہوں، تو اسی رات میں نے کسی شخص کو خواب میں یہ کہتے سنا کہ:

''تم اس وقت تک صابرین میں سے نہیں ہو سکتے جب تک تم اپنے اعمال کو کم نہ سمجھو اور تمہیں ان کے رد ہونے کا خوف نہ ہو''۔

خوفِ آخرت

حضرت حوشب رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے کہا کہ: میں نے آسمان میں ایک منادی کرنے والے کو سنا وہ کہہ رہا تھا کہ: اے زمین والو کوچ کی تیاری کرو! اے زمین والو کوچ کی تیاری کرو! تو میں نے حضرت محمد بن واسع رحمہ اللہ کے علاوہ کسی کو کوچ کی تیاری کرتے ہوئے نہیں دیکھا، یہ سن کر حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ غش کھا کر گر پڑے۔

غیبی آواز

حضرت فرقد سنجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: میں نے کسی کو آسمان کی طرف سے منادی کرتے سنا وہ کہہ رہا تھا: اے یہود کے مشابہ لوگو! (تم کیسے بندے ہو کہ) اگر تمہیں نوازا جائے تو شکر ادا نہیں کرتے، آزمائش میں مبتلا کیا جائے تو صبر کا دامن چھوڑ دیتے ہو اور اس کے باوجود تمہارا یہ خیال ہے کہ تم نیکوکار ہو، خبردار! اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہو۔

حساب وکتاب کا خوف

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے کسی ساتھی نے دیکھا کہ: قیامت قائم ہے اور ایک منادی یہ اعلان کر رہا ہے کہ: فلاں بن فلاں کہاں ہے؟ پھر لوگوں کا حساب کتاب شروع ہونے کے بعد گناہگاروں کو جہنم کی طرف لے جانے کا عمل شروع ہوا، پھر اعلان ہوا کہ: عمر بن عبدالعزیز کہاں ہے؟ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لایا گیا، آپ کا حساب کتاب ہوا جس سے نجات پانے کے بعد آپ کے لیے جنت میں جانے کا حکم صادر ہوا۔

جب خواب دیکھنے والا حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ قصہ سناتے ہوئے یہاں تک پہنچا کہ: عمر بن العزیز کہاں ہے؟ تو آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے، وہ آدمی آپ کے کان میں چیخ چیخ کر کہتا رہا کہ: اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ آپ نجات پا گئے، لیکن (بے ہوشی کی وجہ سے) عمر بن عبدالعزیز سن ہی نہیں سکے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

اے بھائی! اچھی طرح اپنا جائزہ لے کیونکہ اپنے آپ کو سب سے بہتر تو ہی جانتا ہے، ان لوگوں کی باتوں کی طرف دھیان مت دے جو اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ: میں نے گزشتہ رات آپ کو جنت میں دیکھا وغیرہ وغیرہ، الا یہ کہ تیرے اقوال وافعال اور عقائد کتاب وسنت کے مطابق ہوں۔ اے بھائی! یہ بات اچھی طرح سمجھ لے، اور ہرگز دھوکہ مت کھا، اور تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

مولانا محمد شاہد نذیر حفظہ اللہ

والدین کی قدر کیجیے

انسان کی زندگی میں اگر کوئی رشتہ سب سے زیادہ بے لوث، مخلص اور سچا ہے تو وہ والدین کا رشتہ ہے۔ ماں باپ وہ ہستیاں ہیں جو اولاد کی خوشی کے لیے اپنی راحتیں قربان کر دیتی ہیں، مگر زبان پر شکوہ نہیں لاتے۔ بچہ جب بولنا نہیں جانتا، تب بھی ماں اس کی خاموشی کی زبان سمجھ لیتی ہے۔

باپ اپنی تھکن چھپا کر اولاد کے مستقبل کے خواب دیکھتا ہے، چاہے خود کتنی ہی مشکلات میں کیوں نہ ہو۔ ماں کی آغوش وہ پہلا مدرسہ ہے جہاں محبت، صبر اور برداشت کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ باپ کا سایہ وہ مضبوط چھت ہے جو زندگی کی تیز دھوپ اور سخت آندھیوں سے اولاد کو محفوظ رکھتا ہے۔ اولاد کی ایک مسکراہٹ ماں کی ساری تھکن اتار دیتی ہے۔ اور باپ کے لیے یہی مسکراہٹ اس کی ساری کمائی کا اصل صلہ ہوتی ہے۔

افسوس کا مقام ہے کہ آج ہم انہی نعمتوں کی قدر کرنا بھولتے جا رہے ہیں۔ مصروف زندگی، دنیاوی دوڑ اور خود غرضی نے ہمیں والدین سے دور کر دیا ہے۔ کبھی ان کی باتیں بوجھ لگتی ہیں اور کبھی ان کی موجودگی غیر ضروری محسوس ہونے لگتی ہے۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ یہ وہی ہستیاں ہیں جنہوں نے ہمارے لیے اپنے آرام کو قربان کیا تھا۔

اسلام ہمیں بار بار متنبہ کرتا ہے کہ والدین کے حقوق معمولی نہیں بلکہ نہایت عظیم ہیں۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا۔

نبی کریم ﷺ نے والدین کی خدمت کو اعلیٰ ترین عبادات میں شمار فرمایا۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''باپ جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے۔(ترمذی)۔

یہ حدیث ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ والدین کو راضی رکھنا جنت کی کنجی ہے۔

والدین کی نافرمانی دلوں سے سکون اور زندگی سے برکت چھین لیتی ہے۔ایسا شخص بظاہر آسائشوں میں ہو،مگر اندر سے بے چین رہتا ہے۔اس کے برعکس جو اولاد والدین کے قدموں میں عاجزی اور ادب اختیار کرتی ہے،اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں آسانیاں پیدا فرمادیتا ہے۔

والدین کی دعا وہ خزانہ ہے جو کبھی خالی نہیں جاتا۔خصوصاً بڑھاپے میں والدین کی طبیعت میں کمزوری آ جاتی ہے۔ان کی باتیں بار بار دہرائی ہوئی لگتی ہیں اوران کی خواہشات سادہ ہو جاتی ہیں۔یہی وہ وقت ہے جب اولاد کے صبر، اخلاق اور تربیت کا اصل امتحان ہوتا ہے۔اگر اس وقت اولاد ان کے لیے سہارا بن جائے تو یہی خدمت ان کی نجات کا سبب بن جاتی ہے۔

والدین کی قدر کرنا صرف ایک اخلاقی تقاضا نہیں بلکہ عظیم دینی فریضہ ہے۔جو اولاد والدین کی زندگی میں ان کی خدمت کرتی ہے، وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

ہمیں چاہیے کہ والدین کی وفات کے بعد آنسو بہانے کے بجائے،ان کی زندگی میں ہی ان کے قدموں میں اپنی محبت رکھ دیں۔کیونکہ والدین اللہ کی وہ نعمت ہیں، جو ایک بار چلی جائے تو دوبارہ لوٹ کر نہیں آتی۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

مولانا عبدالصمد ساجد حفظہ اللہ

سلسلہ نقشبندیہ کے آفتاب وماہتاب

22 جمادی الثانیہ 1447ھ بمطابق 14 دسمبر 2025ء بروز اتوار لگ بھگ چاشت کے وقت سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور و معروف بزرگ وشیخ، پیر طریقت حضرت اقدس مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی قدس سرہ رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما أخذ وله ما أعطى وكل شيء عنده بأجل مسمى.

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ یکم اپریل 1953ء کو جھنگ کھرل خاندان کے ایک زمیندار گھرانہ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی طور پر ان کا میدان عصری فنون وتعلیم رہا چنانچہ 1972ء میں بی ایس سی الیکٹریکل انجینئر کی ڈگری حاصل کر کے اسی شعبے سے وابستہ ہوئے، پہلے اپرنٹس الیکٹریکل انجینئر، پھر اسسٹنٹ الیکٹریکل انجینئر بنے، اس کے بعد چیف الیکٹریکل انجینئر۔ جس زمانے میں وہ انجینئرنگ کر رہے تھے اس زمانے میں جمناسٹک، فٹ بال، سوئمنگ کے کیپٹن اور چمپیئن بھی رہے، ابتدائی دینیات (پندنامہ مالابدمنہ وغیرہ)، فارسی کتب (گلستان، بوستان) اور عربی کی کتابیں (شرح مائۃ عامل تک) جھنگ کے بزرگ عالم مولانا مفتی ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ سے پڑھیں، قرآن کریم بھی حفظ کیا اور حافظ کا لقب ان کے نام کا جزو لازم بن کر رہ گیا، لاہور زیر تعلیم رہتے ہوئے انہوں نے درس نظامی کی دیگر کتب بیگم پورہ لاہور کے ایک مدرسہ ضیاء العلوم میں پڑھیں، بخاری شریف، حافظ صحیح البخاری مولانا محمد جعفر صاحب (سابق استاذ شعبہ حفظ بخاری جامعہ معہد الفقیر جھنگ) سے پڑھی۔

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمہ اللہ (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند

وقف)اور دیگر بعض اکابر سے اجازت حدیث کا شرف بھی حاصل ہوا۔ جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی ضلع خانیوال اور جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورۂ حدیث کی اعزازی ڈگری ملی۔

جس زمانہ میں لاہور یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے ان کا تعلق معروف عوامی طرز کی مسائل کی کتب عمدۃ الفقہ اور زبدۃ الفقہ کے مصنف، سلسلہ نقشبندیہ کے تاج ور، سید الاولیاء حضرت اقدس مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہوگیا، جو نقشبندیہ سلسلے کے ایک صاحب نسبت بزرگ اور حضرت فضل علی قریشی رحمہ اللہ کے خلیفہ مُجاز تھے، حضرت مولانا پیر حافظ ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ نے ان سے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات شریفہ سبقاً پڑھے، مکتوبات کے اردو ترجمہ کا شرف واعزاز بھی حضرت سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حصے میں آیا تھا۔

لاہور دوران تعلیم انہوں نے سلسلہ امدادیہ تھانویہ کے معروف بزرگ، فقیہ العصر مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ سے بھی علمی استفاضہ کیا۔ جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں اپنے ایک بیان میں خود حضرت پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے ایک بار اپنے شیخ مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مسائل میں راہنمائی کی ضرورت ہو تو کس سے پوچھوں تو حضرت نے فرمایا کہ جامعہ اشرفیہ کے بزرگ مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے پوچھا کریں، چنانچہ حضرت مفتی احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے میری اصل تربیت کی تھی اور میرے دل میں اکابر علماء دیوبند کی محبت انہوں نے ڈالی تھی''۔

گویا یوں انہوں نے حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز اور سلسلہ کے عظیم بزرگ سے بھی بھرپور کسب فیض کیا، گو ان کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا اور تاحیات اسی کے طریق اور خدمت میں مشغول رہے، تاہم تمام اکابر دیوبند بالخصوص حکیم الامت حضرت تھانوی اور قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا

ذکر نہایت محبت اور والہانہ انداز میں کرتے ،حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات ومواعظ سے بھی انہوں نے بخوبی استفادہ کیا۔ یہ محبت ایک فطری بات بھی تھی چونکہ ان کے شیخ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک وعظ سن کر تشیع سے توبہ کر کے مسلک اہل سنت اختیار کیا تھا۔

حضرت سید زوار حسین شاہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ بیعت وسلوک کے سلسلہ میں حضرت اقدس فضل علی قریشی عباسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمہ اللہ کے مجاز وخلیفہ حضرت اقدس ،مرشد عالم حضرت پیر حافظ غلام حبیب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کے دامن سے وابستہ ہو گئے ،حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمہ اللہ جہاں سلسلہ نقشبندیہ میں بلند مقام پر فائز تھے تفسیر قرآن کریم میں بھی ان کی پرواز بہت اونچی تھی چنانچہ انہوں نے مولانا عبیداللہ سندھی ،مولانا احمد علی لاہوری اور مولانا حسین علی الوانی (واں بھچراں) رحمہم اللہ سے تفسیر میں استفادہ کیا،حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ 1983ء میں اپنے مرشد و شیخ پیر غلام حبیب نقشبندی رحمہ اللہ سے خلافت سے سرفراز کیے گئے۔

خاندانی اعتبار سے انہیں یہ شرف واعزاز بھی حاصل ہے کہ انہیں اپنے شیخ کے شیخ حضرت اقدس مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمہ اللہ سے شرف دامادی بھی حاصل تھا اور ان کی اہلیہ صاحبہ نہ صرف دینی امور میں ان کی معاون ورفیق رہیں بلکہ ان کی مشاورت سے بحیثیت منتظمہ مختلف تعلیمی شعبہ جات اور اداروں کا نظم ونسق بھی سنبھالے ہوئے تھیں۔

حضرت پیر صاحب مرحوم باقاعدہ کسی مدرسہ سے فاضل اور سند یافتہ نہیں تھے، تاہم مشائخ وقت سے تزکیہ وتصوف اور سلوک واحسان کی تمام منازل طے کر چکے تھے، بعد ازاں منصب اصلاح وارشاد پر فائز رہتے ہوئے بھی دینی وعلمی استفادہ کا سلسلہ جاری رہا، لطف کی بات یہ بھی ہے کہ ان کے وہی ارادت مند علماء جو بیعت واصلاح میں ان کی قدم

بوسی کرتے تھے، کتب عربیہ و مسائل دینیہ میں وہی ان کے استاذ ٹھہرے، حضرت پیر صاحب نے ان سے بغیر کسی حجاب وجھجک کے دینی مسائل وعلوم سیکھے۔

حضرت پیر صاحب مرحوم نے اصلاح وارشاد کے شعبہ میں خوب ترقی کی، اپنے تمام وسائل اور صلاحیتیں اس عظیم کام میں وقف کر دیں، دیکھتے ہی دیکھتے ان کا حلقہ ارادت بڑھتا گیا، صرف پاکستان اور ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں خلق کثیر نے ان سے اکتساب فیض کیا، جس میں عوام، اصحاب ثروت، علماء وطلباء کی ایک بڑی تعداد تھی، بیسیوں کی تعداد میں ان کے خلفاء دنیا بھر میں دین وشریعت کے فیض کو عام رکھے ہوئے ہیں۔

پوری دنیا میں ان کے مواعظ وخطبات ہوئے، ان کا وعظ تمام تر ظاہری وباطنی خوبیوں سے معمور ولبریز ہوتا تھا، جس میں روانی، قرآنی وحدیثی اشتہاد، عربی، اردو، فارسی اشعار، محاورات، ضرب الامثال، حکایات وقصص اور واقعات کا انبار ہوتا تھا بایں ہمہ مشاہدات وتجربات نیز آپ بیتی، کارگزاریوں اور جدید میڈیکل وسائنسی تحقیقات کی روشنی میں بات پوری طرح دل ودماغ میں اتار دیتے۔ تاہم چونکہ ان کا زیادہ تر میدان اصلاح وارشاد تھا علمی تحقیق ان کا میدان نہیں تھا اس لیے بعض اوقات کمزور روایات بھی در آتیں، اس لیے ان کے مواعظ وخطبات کے قاری کو روایات واحادیث کے حوالے سے تحقیق کی ضرورت بہر حال ہوتی رہتی ہے۔

ان کے طریق تصوف واصلاح سے بھی اختلاف کی گنجائش ہوسکتی ہے اور انسانی کاموں میں تعمیر واصلاح کی گنجائش بہر حال رہتی ہے تاہم اس میں قطعاً کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اپنے وقت کے مقبول ترین حضرات مشائخ میں سے تھے جن سے لاکھوں لوگوں نے استفادہ کیا اور ان کے توسط وتوسل سے سلسلہ نقشبندیہ کو خوب عروج اور ترقی ملی۔

دینی تعلیم کے حوالے سے بھی ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں غالباً 1990ء میں جھنگ کی سرزمین پر ذاتی وسائل سے وسیع وعریض جگہ میں معہد الفقیر الاسلامی کے نام سے تعلیمی ادارہ کی بنیاد رکھی، نہایت اخلاص وللّٰہیت سے اس کے تعلیمی معیار کو قائم کیا، چنانچہ

پنجاب کی معیاری درس گاہوں میں ایک نام معہد الفقیر الاسلامی کا ہے جو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات میں صوبائی وملکی سطح پر امتیازی نتائج کا حامل ہے۔

جامعہ عائشہ کے نام سے محلّہ مولانا حق نواز جھنگوی جھنگ میں مدرسۃ البنات ہے جہاں بچیوں کی حفظ اور درس نظامی کی معیاری تعلیم کا نظم ہے علاوہ ازیں بہت سے دینی ادارے ان کی نگرانی وسرپرستی میں سرگرم عمل ہیں۔تصنیف وتالیف کی دنیا میں بھی انہوں نے درجنوں کتب بطور صدقہ جاریہ چھوڑیں جن میں ان کی مؤلفہ ومصنفہ کتب بھی ہیں اور ان کے بیش بہا خطبات، افادات اور مواعظ بھی شامل ہیں انہوں نے اپنے شیخ زادہ حضرت اقدس مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی رحمہ اللہ کے حکم وایما پر اپنے مرشد ثانی حضرت اقدس مولانا پیر غلام حبیب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کے حالات وسوانح پر ''حیات حبیب'' کے نام سے مایہ فخر کتاب تصنیف فرمائی۔خطباتِ فقیر کے نام سے ان کے خطبات چالیس سے زائد جلدوں پر مشتمل عوام وخواص میں شہرت عامہ حاصل کر چکے ہیں۔

علاوہ ازیں ان کی کتب وافادات میں: عمل سے زندگی بنتی ہے، موت کی تیاری، نماز کے اسرار ورموز، عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختصر حالات، زبدۃ السلوک، پاجا سراغ زندگی، قرآن مجید کے ادبی اسرار ورموز، حیا اور پاک دامنی، خواتین کے کارنامے، تصوف وسلوک، عشق الٰہی، دروس شمائل، سوئے حرم، مکتوبات فقیر، با ادب با نصیب، خطبات ہند سرفہرست ہیں۔

ان کے خلفاء ومجازین میں دنیا بھر کے علماء ومشائخ شامل ہیں جن میں ان کے دونوں صاحبزادگان مولانا حبیب اللہ احمد نقشبندی زید مجدہم اور مولانا سیف اللہ احمد نقشبندی، جامعہ معہد الفقیر الاسلامی جھنگ کے شیخ الحدیث وناظم مولانا پیر حبیب اللہ نقشبندی مدظلہم نیز دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث مولانا سلمان بجنوری (مدیر اعلیٰ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)، مولانا محمد منظور نعمانی لکھنوی کے فرزند ارجمند مولانا خلیل الرحمٰن

سجاد نعمانی مدظلہم، مولانا محمود مدنی، مولانا حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مدظلہم، مولانا مفتی محمد نعمان احمد صاحب مدظلہم ودیگر شامل ہیں۔

ان کی نماز جنازہ انہی کے ادارہ جامعہ معہد الفقیر میں ان کے صاحبزادہ وجانشین مولانا حبیب اللہ نقشبندی مدظلہم کی اقتدا میں ادا کی گئی، جس میں لاکھوں عقیدت مندوں، مریدین، متعلقین، محبین، مشائخ، علماء وطلباء اور عوام نے شرکت کی۔ جن میں جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہم، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر حضرت مولانا پیر حافظ ناصر الدین خان خاکوانی مدظلہم، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلی مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے برادر نسبتی مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی، مولانا عبدالواحد قریشی، مولانا معاویہ اعظم صاحب، مولانا پیر محمد شاہ صاحب مسکین پور، مولانا نصیر احمد احرار سرفہرست ہیں۔

ان کی وفات کے حوالے سے یہ نسبت بھی قدرت وتکوین کا حصہ ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ کا مبدأ ومرکز جانشین پیغمبر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، انہی کی تاریخ وفات 22 جمادی الآخرۃ کو ہی اس سمندر کے ایک ہیرے کا وصال پر ملال ہوا، اور اس سے ایک روز قبل ان کے شیخ زادہ حضرت مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی رحمہ اللہ خلف الرشید حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، گویا تھوڑے ہی وقفے میں دونوں بزرگ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور شیخ کی صحبت میں پہنچ گئے۔ نظام عالم اور ظاہر بین حضرات کے لیے تو یہ حسن اتفاق ہے جبکہ رب لم یزل کے ہاں ازل سے یہی طے تھا وہ حکیم وعلیم ہی اس میں پنہاں حکمتوں کو جانتے ہیں۔

خداوند متعال انہیں کروٹ کروٹ راحتیں عطا فرمائیں، ان کی زلات ولغزشوں سے درگزر فرمائیں ان کے درجات بلند فرمائیں، تمام اہل خانہ، پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائیں۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم

نقوش وتأثرات

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

(۱۱ر رجب المرجب ۱۳۴۱ھ مارچ ۱۹۲۳ء ——— ۵ر شوال المکرم ۱۴۲۱ھ یکم جنوری ۲۰۰۱ء)

یادگار اسلاف فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کے حالات طیبہ، علمی، دینی، تدریسی، تبلیغی، تصنیفی اور سیاسی خدمات پر مشتمل کتاب ''حیات ترمذی'' مرتبہ حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم کے حصہ ''نقوش وتاثرات'' کو متعلقین ومتوسلین کے اصرار پر قسط وار قارئین مجلّہ ''الحقانیہ'' کی خدمت میں پیش کرنے کا سلسلہ جاری ہے، ذیل میں اسی سلسلے کے کچھ مضامین پیش خدمت ہیں اُمید ہے یہ سلسلہ حضرت فقیہ العصر قدس سرہ کے متعلقین ومتوسلین کے لیے سودمند اور شادکامی کا باعث ہوگا۔ (ادارہ)

یادگار اسلاف قدس سرہ

حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ سے احقر پہلی مرتبہ اس وقت متعارف ہوا جب جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورہ حدیث شریف پڑھ رہا تھا بھائی عبدالقدوس احقر کے ہم درس تھے حضرت اقدس کی زیارت پہلی مرتبہ وہیں نصیب ہوئی۔ فراغت کے بعد ساہیوال حاضری دی اور پھر حضرت اقدس سے برابر رابطہ رہا۔

احقر نے جب مدرسہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا کے قیام کا ارادہ کیا آپ بہت خوش ہوئے دعائیں دی اور سرپرستی بھی فرمائی بلکہ افتتاحی تقریب میں آپ ہی روح رواں تھے، گلشن رحمان میں مدرسہ کیلئے نئی جگہ کے حصول میں حضرت اقدس کی خاص دعائیں اور توجہات شامل حال رہیں غرضیکہ حضرت آخرِ حیات تک برابر سرپرستی وشفقت فرماتے رہے۔

اس ناچیز کے ساتھ آپ کی بے پایاں شفقتیں ناقابل بیان ہیں۔ مدرسہ کیلئے آپ

نے جو تحریر اپنے دست مبارک سے عنایت فرمائی احقر اس کو اپنے اور مدرسہ کیلئے نیک فال سمجھ کر ذیل میں نقل کر رہا ہے۔

میں آپ کے بارے میں کچھ لکھنے کا اہل نہیں تاہم یہ واضح ہے کہ حضرت اقدس صحیح معنی میں اسلاف کا نمونہ اور عصر حاضر کے عظیم فقیہ اور حکیم الامت حضرت تھانوی اور شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہما کی نسبتوں کے جامع اور مسلک دیوبند کے شارح اور ترجمان تھے۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائیں گلشن حقانیہ کو مزید ترقی عطا فرمائیں اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت عطا فرمائیں آمین۔

بزم فقیہ العصر میں شرکت کی غرض سے اپنی سعادت سمجھتے ہوئے ان چند سطور پر اکتفا کرتا ہوں اب حضرتؒ کی تحریر سامی ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد:

گذارش آنکہ دینی ادارہ جامعہ اسلامیہ نزد نیوسٹلائٹ ٹاؤن گلشن رحمان سرگودھا میں کئی مرتبہ حاضری کا شرف حاصل ہوا اور ہر مرتبہ جامعہ کی کارکردگی کو دیکھ کر بڑی مسرت حاصل ہوئی اور دل سے مزید ترقی کیلئے دعائیں نکلیں۔

اس نئے علاقہ میں حالات کی نامساعدت اور اسباب کے فقدان کے باوجود مختصر عرصہ میں اس جامعہ نے حیرت انگیز ترقی کی ہے اور تعلیم کے ساتھ تعمیر میں بھی انتہائی سرعت کے ساتھ اضافہ اور ترقی کی منازل طے کر رہا ہے سرگودھا کے دینی مدارس میں اتنی قلیل مدت میں اس قدر ترقی کا حصول قابل قدر اور لائق تحسین ہے۔امید ہے کہ یہ جامعہ اہل سنت والجماعت کے طریقۂ مرضیہ اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے جادۂ مستقیمہ پر گامزن رہتے ہوئے اسی طرح تعلیمی تبلیغی ترقی کرتا رہے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ حسب ضرورت تعمیرات

میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا،وماذالک علی اللہ بعزیز۔

اس جامعہ کے بانی اور مہتمم عزیز محترم مولانا محمد اشرف علی صاحب سلمہم وشرفہم ہیں ماشاء اللہ بڑے کارکن اور فعال ہونے کے ساتھ اپنے اکابر کے ساتھ حسن عقیدت اوران کی اتباع کو اپنا سرمایہ سعادت سمجھتے ہیں اور یہی کلید کامیابی ہے مزید براں بانی جامعہ کے اسم میں مادہ اسمی اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز کے اسم مبارک کے ساتھ مشارکت اسمی بھی بانی موصوف کو سراپا مجسم شرافت بنائے ہوئے ہے اور اسمی مشارکت کی برکات بھی ظاہر ہورہی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان میں مزید دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں اوراس جامعہ کو اپنے اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے علوم کا امین ومحافظ بنائے،اس احقر کی طرف سے سوائے دعاء خیر اور کیا پیش کیا جائے ؎

اور کیا دے سکے عقیدت کیش
برگ سبز است تحفہ درویش

فقط احقر سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ
خادم جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا
۲۰ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ

مولانا ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی مدظلہم

تواریخ وفات

محبوب العلماء والصلحاء حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی رحمہ اللہ

(۱) محبوب جہاں پیر ذوالفقار =۱۴۴۷ھ

(۲) محبّ صالح پیر ذوالفقار نقشبندی =۲۰۲۵ء

(۳) ہادی زمان پیر صاحب رخصت شد

۱۱۸ ۳۱۳ ۱۵۹۴ =۲۰۲۵ء

(۴) حاجی ہادی مولینا پیر ذوالفقار نقشبندی

۴۲ ۱۳۷ ۱۸۴۶ =۲۰۲۵ء

(۵) الحاج مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی جدا

۱۷۱ ۱۸۴۶ ۸ =۲۰۲۵ء

(۶) اطلاع ملکی موت العالم موت العالم

۲۱۱ ۱۲۳۶ =۱۴۴۷ھ

(۷) دنیائے بے وفا کل من علیھافان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام

۱۷۴ ۱۸۵۱ =۲۰۲۵ء

(۸) لقدقال جل علمه فھوفی عیشة راضیة

۴۴۳ ۱۵۸۲ =۲۰۲۵ء

(۹) ولقدقال جل قوله فاولٰئك لھم الدرجات العلیٰ

۴۴۵ ۱۰۰۲ =۱۴۴۷ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

رائے گرامی بر کتاب

''المذهب المختار فی اختصاص الجمعة بالامصار''

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى۔امابعد

دین اسلام میں جمعہ کی نماز کی اہمیت وفرضیت بالکل واضح ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:یٰایھاالذین آمنوا اذانودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ،الآیۃ (الجمعہ:۲۸) اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو،اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت چھوڑ دیں اور جمعہ کی تیاری شروع کردیں اسی طرح احادیث طیبہ میں بھی جمعہ کی فضیلت واہمیت اوراس کی تاکید اور فرضیت کے باوجود ترک پر سخت وعید موجود ہے لیکن یادرہے کہ جمعہ کی نماز پانچ وقت کی نماز کی طرح نہ تو ہر شخص پر واجب ہے اور نہ ہی اس کا ہر جگہ ادا کرنا جائز ہے بلکہ اس کے نفس وجوب اور وجوب ادا کیلئے خاص شرطیں ہیں اسی لیے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر امام نے کچھ نہ کچھ شرط جواز جمعہ کیلئے ضرور لگائی ہے اسی لیے جنگل وبیابان میں جمعہ پڑھنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے جبکہ شہر میں جمعہ کے جواز پر سب کا اتفاق ہے،وجوب جمعہ اور محل اقامت جمعہ سے متعلق ائمہ کرام نے جو شرائط ذکر فرمائی ہیں وہ ان کی مذہب کی کتب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین حضرت امام ابو یوسف وامام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحت جمعہ کیلئے مصر شرط ہے ان کے نزدیک چھوٹے قصبہ اور گاؤں ،دیہات میں

جمعہ جائز نہیں ہے، ہاں اگر بڑا گاؤں، بڑا قصبہ ہو یا وہ جگہ فناء مصر ہو تو وہاں جمعہ جائز ہے فقہ حنفی کی معتبر کتاب فتاوٰی شامیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بلدہ کبیرہ کی جو تعریف نقل کی گئی ہے وہ یہ ہے:

عن ابی حنیفه انه بلدة کبیرة فیها سکك واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوداث وهذا هوالاصح ۔(ج ا ص ۸۳۵)

اس عبارت سے واضح ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

ادائیگی جمعہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کا یہ نہایت ہی عجیب طرز عمل دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے حضرات ایسی جگہ جمعہ پڑھ رہے ہیں جہاں کسی امام کے نزدیک بھی جمعہ جائز نہیں ہے اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلدین حنفی کہلانے والے بھی ایسے گاؤں اور چھوٹے قصبات میں جمعہ پڑھتے ہیں جو عندالاحناف محل اقامت جمعہ نہیں ہے لیکن وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنے سے ظہر کا فرض ہم نے ادا کردیا حالانکہ ایسے مقامات پر جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز کا فرض ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ بدستور ذمہ رہتا ہے اور اس کے ترک کا گناہ بھی ملتا ہے جو ایک عظیم خسارہ ہے، عام طور پر یہ صورت حال علم کی کمی اور مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے پیش آرہی ہے اس لیے اس کی ضرورت تھی کہ گاؤں میں جمعہ کے شرعی حیثیت سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے اور دلائل کی روشنی میں واضح کردیا جائے کہ چھوٹے گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا۔

کتاب لاجواب ''المذہب المختار فی اختصاص الجمعۃ بالامصار'' مؤلفہ مولانا مفتی محمد وقاص زید مجدہم اس موضوع پر ایک جامع اور مدلل کتاب ہے بندہ نے اس کا مطالعہ کیا جس سے بے حد خوشی ہوئی، فاضل مؤلف سلمہ کی یہ کتاب ایک مقدمہ پانچ ابواب اور ایک

ضمیمہ پر مشتمل ہے جبکہ آخر میں خلاصۃ البحث کے عنوان سے پوری کتاب کا خلاصہ بھی لکھدیا گیا ہے۔

کتاب میں جمعہ کے لغوی واصطلاحی مفہوم، جمعہ کی وجوہ تسمیہ اور تاریخی پس منظر بعد از ہجرت، قبل از ہجرت کے دلائل اور راجح مؤقف کی تعیین نماز جمعہ اور عام نمازوں میں فرق، مصر ربض، مصر فناء مصر، قصبہ اور قریہ صغیرہ کا تعارف جمعہ فی القریٰ سے متعلق ائمہ ثلاثہ کا مؤقف مع دلائل حضرات احناف کا مؤقف اور انکے دلائل، حضرات غیر مقلدین کا مؤقف اور اس کا تجزیہ، بریلوی مکتب کا مؤقف اور اس کا تجزیہ۔ جیسے اہم مباحث پر مفصل مدلل سیر حاصل اور پر مغز کلام کیا گیا ہے اصل کتاب کے بعد ضمیمہ میں اہم ترین سوالات کے اطمینان بخش اور مدلل جوابات دے گئے ہیں غرضیکہ کتاب اپنے مشتملات پر ہر اعتبار سے جامع اور مکمل ہے فاضل مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ جس نے خداداد صلاحیت اور قابلیت سے کام لیا ہے کتاب دیکھنے سے واضح ہے۔

انہوں نے جن مباحث اور مسائل پر گفتگو کی نہایت سنجیدگی متانت اور سلیقہ سے کی ہے، اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی بلکہ حدیث پاک اور فقہ وفتاوٰی کی معتبر کتابوں کے حوالہ جات کی روشنی میں کلام کیا ہے اپنے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ خاص طور پر حضرت شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی عظیم الشان کتاب ''اعلاء السنن'' سے جابجا استفادہ کیا گیا ہے۔

''اعلاء السنن'' میں اس موضوع پر نہایت جامع مفصل اور مدلل کلام ہے جو بلاشبہ شفاء العلیل ووبل الغلیل ہے، فللّٰہ در شیخ مشایخنا العلامة ظفر احمد العثمانی رحمه الله تعالیٰ حیث اتی فی هذا الباب ابحاثا نفیسه ومسائل شریفة التی هی تحفة عجیبة للاحباب وشفاء للمرتاب جزاه اللّٰه تعالیٰ خیر الجزا ورفع درجاته فی اعلیٰ علیین۔

اس کتاب کی خصوصیات میں سے ایک اہم بات یہ دیکھنے میں آئی کہ فاضل مؤلف نے فریق مخالف کے مؤقف اور انکے دلائل کے ذکر کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے اوران کے نقد وتردید میں انصاف اور اعتدال ،توازن سنجیدگی اور تہذیب کو پیش نظر رکھا ہے۔فللّٰہ درہ وعلی اللّٰہ اجرہ۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش جدوجہد اور محنت کو قبول فرماویں کتاب کے نفع کو عام وتام فرماویں کتاب کی جمع وترتیب اوراس کی جامعیت سلاست ،فصاحت پر انہیں جزائے خیر دے ان کے علم وعمل صحت اورعمر میں برکت عطا فرمائیں۔ووفقہ اللّٰہ لامثال امثالہ، آمین۔فقط

سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

سلخ محرم الحرام،۱۴۴۷ھ،۲۶/جولائی ۲۰۲۵ء

مولانا عبدالصمد ساجد حفظہ اللہ

کتاب ''حیات انبیاء کرام علیہم السلام'' کا تعارف

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا عقیدہ اور مسئلہ اہل سنت کا اجماعی اور اتفاقی عقیدہ ہے سلف وخلف کا اس پر اتفاق ہے جس کا خلاصہ یہ ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں ان کا جو جسم دنیا میں کھاتا پیتا چلتا پھرتا اور تمام اعمال انجام دیتا رہا ہے اسی جسم کے ساتھ روح کا ایسا مضبوط تعلق ہوتا ہے کہ اگر ان کی قبور مبارکہ پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا جائے تو وہ سنتے ہیں اور ان کا جواب دیتے ہیں اور جو درود وسلام دور سے پڑھا جائے وہ وہ فرشتے پہنچاتے ہیں۔

اسی عقیدہ سے اس بات کا جواب بھی ہو جاتا ہے جو بعض حضرات سماع انبیاء کرام علیہم السلام کے عقیدہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تو اشراک فی السمع ہے یعنی نعوذ باللہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سمع میں شریک کرنے کے مرادف ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے اس اجماعی عقیدہ پر عربی واردو دونوں زبانوں میں اکابر علماء نے لکھا ہے اور کافی وافی شافی لکھا ہے۔

ماضی قریب میں جب فتنہ انکار حیات الانبیاء علیہم السلام اٹھا تو مختلف اکابر علمائے دیوبند نے اس پر قلم اٹھایا، جن میں ایک اہم ترین کارنامہ فقیہ العصر، یادگار اسلاف مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف حیات انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہے۔

حضرت فقیہ العصر قدس سرہ اکابر دیوبند کے فیض یافتہ تھے شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے شاگرد رشید، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مرید اور مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ اور محدث العصر علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ کے خلیفہ مجاز تھے جبکہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے شاگرد، مفتی خانقاہ تھانہ بھون

حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی ترمذی رحمہ اللہ کے جانشین وخلف الرشید وخصوصی تربیت یافتہ تھے اس لیے مسلک ومشرب کے صحیح اور صاف شفاف رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اپنے عہد میں ہی نہیں، آنے والے زمانوں کے لیے بھی مسلک کا تعارف، پہچان اور ترجمان تھے اہل سنت کے مزاج ومذاق سے ہٹ کر کوئی بات سامنے آتی تو نہایت اعتدال اور متانت سے اس پر عالمانہ نقد فرماتے، ان کا لب ولہجہ اور قلم علمی نقد کی ایک متوازن مثال اور مشعل راہ ہے۔

چنانچہ مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کی تفسیر ''جواہر القرآن'' سامنے آئی تو ''ہدایۃ الحیران فی جواھر القرآن'' کے نام سے اکابر کی تائید وتوثیق کے ساتھ مسلک اہل سنت سے متصادم ان کے خیالات کی نشان دہی کی، سینکڑوں صفحات آپ پڑھتے چلے جائیں آپ کو سوائے علمی وتحقیقی مباحث اور نفس مسئلہ کی توضیح کے کچھ نہیں ملے گا، نہ کوئی تحقیر، نہ استہزاء وپھبتی۔

پھر کمال اعتدال یہ بھی ہے کہ جب انہی مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کا وصال ہوتا ہے تو خود بھی دعائے مغفرت وایصال ثواب کرتے ہیں اور اپنے مدرسہ کے طلبہ واساتذہ سے بھی کرواتے ہیں۔

زیر استفادہ کتاب مستطاب ''حیات انبیاء کرام علیہم السلام'' بھی انہی کے متین ومتوسط قلم کا محققانہ شاہ کار ہے، کتاب کیا ہے؟ عقیدہ حیات النبی بعد الوفاۃ، سماع انبیاء علیہم السلام، مسئلہ سماع موتی، استشفاع عند القبر اور مسئلہ عذاب قبر کی عام فہم، آسان اور مدلل ونفیس توضیح وتشریح ہے۔

خود راقم اثیم کو بچپن سے اس موضوع سے شغف رہا ہے اور متعدد چھوٹی بڑی کتب اس حوالے سے دیکھنے کا موقع ہوا ہے تاہم حقیقت یہ ہے کہ جو آسان، واضح، بہترین اور عمدہ تعبیر وتشریح حضرت فقیہ العصر مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی

فرمائی ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔

بعض ایہامات واشکالات ایک جملہ میں ہی زائل کر دیتے ہیں بطور خاص ان کا میدان چونکہ فقہ وفتوی رہا ہے اس لیے ان کی عبارت نہایت نپی تلی اور با مقصد ہوتی ہے جس میں دور پار کی لمبی چوڑی مباحث یا غیر متعلقہ جملے نہیں آتے۔گویا ان کی شستہ اور آسان عبارت نہ مخل ہوتی ہے اور نہ مہمل۔

کتاب کے آغاز میں انہوں نے ''عقیدہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے انکار کا پس منظر''، کے عنوان سے فتنہ انکار حیات کی تاریخ اور پس منظر بیان فرمایا ہے جس سے پاک وہند میں موجود منکرین حیات انبیاء کی نہ صرف تاریخ سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ اس مسئلہ کی کنہ وحقیقت تک پہنچنا بھی آسان ہو جاتا ہے اس پس منظر سے بہت سے حقائق اور تاریخی امور سے پردہ اٹھتا ہے۔پھر ورود موت، حیات کا مفہوم، حیات دنیوی کا مفہوم، حیات کی کیفیت اور تعلق روح کا مفہوم جیسی دقیق مباحث چٹکیوں میں سمجھا دی ہیں۔

بعد ازاں اولاً قرآنی آیات، پھر احادیث، اجماع، آئمہ حنفیہ کی تصریحات اور پھر علماء مذاہب ثلاثہ شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کے دلائل، اکابر علمائے دیوبند کی عبارات، اہل حدیث علماء کا موقف، سماع موتی سے متعلق ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کی وضاحت، منکرین حیات النبی اور ان کی اقتدا سے متعلق دارالعلوم دیوبند کے مفتی مولانا مفتی مہدی حسن صاحب اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہما اللہ کا فتوی، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ اور مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے اہل سنت کے موافق عقیدہ ومسلک کی وضاحت، نیز حضرت عزیر علیہ السلام اور واقعہ اصحاب کہف وغیرہ سے منکرین کے استدلالات، اور دیگر عمومی ایہامات اور اشکالات کا تشفی بخش جواب ارقام فرمایا ہے۔

سب سے پہلے یہ کتاب جامعہ اشرفیہ لاہور نے شائع کی تھی اب عرصہ دراز سے

اس کی دوبارہ طباعت کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے تحریک تنظیم اہل سنت پاکستان کے صدر، ہمارے استاذ مکرم حضرت مولانا علامہ محمد عبدالغفار صاحب تونسوی مدظلہم کو کہ انہوں نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ جدید طباعتی تقاضوں کے مطابق، بہترین کمپوزنگ، عمدہ کاغذ، خوب صورت سرورق اور دیگر ظاہری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ پیراستہ کر کے اسے تحریک تنظیم اہل سنت پاکستان کی طرف سے شائع کیا ہے۔اس نئی طباعت میں حضرت اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ (شیخ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا) کی رائے گرامی بھی موجود ہے۔

نئے ایڈیشن کا اہم ترین اضافہ اور حسن ہمارے حضرت، مشفق ومحسن، جانشین فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم کا تقریباً سو صفحات پر مشتمل وقیع، نافع، چشم کشا اور بصیرت افروز جامع مقدمہ ہے جس میں حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے عقیدہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیثیت واہمیت، قادیانیوں کا عقیدہ، ''المہند علی المفند'' کی عقائدی واستنادی حیثیت، تفسیر بیان القرآن، کفایت المفتی، اور المہند کی بعض عبارات کی توضیح وتشریح، حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ اور ان کے دونوں گرامی قدر صاحبزادگان مفتی اعظم مولانا محمد رفیع عثمانی رحمہ اللہ اور شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے نظریہ وموقف کی وضاحت، ماہنامہ الصدیق ملتان میں حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمہ اللہ کا چھپنے والا ایک اہم اور واضح فتوی، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور مسئلہ سماع موتی، علامہ ابن تیمیہ اور مسئلہ سماع موتی، اور استعارہ کی نفیس بحث فرما کر اس مسئلہ کے کئی پہلوؤں کو روشن اور بے غبار کیا ہے، جس کے بعد بقول مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ:

''سوائے معاند کے کوئی بھی اس عقیدہ کو اپنائے بغیر نہیں رہ سکتا''۔

یہ کتاب جامعہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا، دفتر تحریک تنظیم اہل سنت پاکستان چوک نواں شہر ملتان اور جامعہ عثمانیہ جامع مسجد قبا تونسہ شریف سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

مولانا عبدالعظیم العمری

اخبارالجامعہ

۱۷ ربیع الثانی: حضرت صدر جامعہ مدظلہم قریبی گاؤں جلہ بالا تشریف لے گئے اور قرآن کریم کی تکمیل کرنے والے بچوں کو آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا۔۲۲: حضرت مدظلہم دوروز کے لیے روڈ وسلطان جھنگ تشریف لے گئے، جہاں نماز ظہر اور عشاء کے بعد حضرت کے بیانات ہوئے اور پھر اگلے روز جمعہ کے موقع پر جامع مسجد میں بیان اور نماز جمعہ پڑھانے کے بعد ساہیوال واپسی ہوئی۔۲۴: جامعہ میں درجہ کتب کے طلبہ وطالبات کے ششماہی امتحان کا آغاز ہوا۔۲۵: حضرت مدظلہم نے جامع مسجد رحمانیہ واپڈا کالونی میں قرآن کریم حفظ مکمل کرنے والے بچے کو آخری سبق پڑھا کر بیان اور دعا فرمائی۔ ۲۷: حضرت مدظلہم ششماہی امتحان کے لیے تبلیغی مرکز رائیونڈ لاہور تشریف لے گئے اور طلبہ کرام کا امتحان لیا، اس موقع پر حضرت مولانا خورشید احمد مدظلہم اور دیگر علماء کرام سے بھی تفصیلی ملاقات ہوئی۔

۵ جمادی الاول: حضرت مدظلہم نے وجھوکہ فروکہ میں نماز ظہر کے بعد اصلاحی درس ارشاد فرمایا، اور عشاء کی نماز موضع سیال دھولکا میں بیان ہوا۔۶: حضرت مدظلہم بھلوال تشریف لے گئے اور جامعہ بیت العلم میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ ۷: حضرت مدظلہم چوہال تشریف لے گئے اور نماز عشاء کے بعد مکی مسجد میں جلسہ عام سے خطاب فرمایا۔۸: حضرت مدظلہم لکھیوال تشریف لے گئے اور عشاء کی نماز کے بعد بیان فرمایا۔۹: حضرت مدظلہم ٹوبہ ضلع جھنگ تشریف لے گئے اور جامعہ عشرہ مبشرہ میں جلسہ سے خطاب فرمایا۔۱۷: حضرت مدظلہم نے مدرسہ عائشہ للبنات میں طالبات کو بخاری شریف کا آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا۔

۲۲: حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا نظام الحق تھانوی زید مجدہ آسٹریلیا سے تشریف لائے اور مغرب کی نماز کے بعد جامعہ میں پراثر اصلاحی بیان فرمایا۔۲۳: حضرت مدظلہم خانقاہ سراجیہ کندیاں تشریف لے گئے ،طلبہ دورہ حدیث شریف کو اجازت حدیث عطا فرمائی اور مزارات اکابر پر بھی حاضری ہوئی۔ ۲۵: حضرت مدظلہم لاہور تشریف لے گئے اور اگلے روز جامعہ دارالعلوم اسلامیہ لاہور کی شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔۲۹: حضرت مدظلہم جھنگ تشریف لے گئے جہاں اولاً حضرت قاری محمد شفیق پانی پتی مدظلہم کے مدرسہ میں مغرب کے بعد ترمذی شریف، ابن ماجہ، سنن نسائی کی آخری احادیث کا درس دیا اور پھر بعد نماز عشاء مدرسہ حنفیہ انوارالقرآن محلّہ رسول پورہ میں جلسہ سے خطاب فرمایا۔۳۰: حضرت مدظلہم نے چک ۵۵ سرگودھا میں حافظ محمد رمضان صاحب کے مدرسہ میں بیان فرمایا۔

یکم جمادی الثانیہ: حضرت مدظلہم جوہر آباد تشریف لے گئے مولانا عبدالجبار صاحب، مولانا زاہد صاحب اور مولانا سلیم صاحب مدظلہم سے ملاقات ہوئی ،بعدازاں مدرسہ زبیدہ للبنات ہڈالی میں خطاب فرمایا۔ بعد نماز عشاء قائد آباد میں جناب عبدالغفار صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی، مرحوم فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نوراللہ مرقدہ کے ماموں زاد بھائی تھے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں آمین۔

۲: حضرت مدظلہم نے جامعہ حفصہ للبنات پٹھان کوٹ میں بیان فرمایا۔۴ حضرت مدظلہم منڈی بہاؤالدین تشریف لے گئے اور محلّہ مدنی ٹاؤن میں منعقدہ جلسہ عظمت قرآن کریم سے خطاب فرمایا۔۵: حضرت مدظلہم فروکہ ساہیوال میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے زیر انتظام منعقد ہونے والی کانفرنس سے خطاب فرمایا۔۷: حضرت مدظلہم نے سرگودھا میں شاہین آباد روڈ پر مدرسہ تاجدار ختم نبوت کا سنگ بنیاد رکھا۔۸: حضرت مدظلہم نے مدرسہ مدینۃ العلوم سرگودھا میں قرآن کریم حفظ مکمل کرنے والے طلبہ کو آخری سبق پڑھا کر بیان

کیااور پھر عشاء کی نماز کے بعد بھاگٹانوالہ میں جلسہ سے خطاب فرمایا۔۹: مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب، حضرت مولانا اشرف علی صاحب اور مفتی حبیب اللہ صاحب مدظلہم جامعہ تشریف لائے ،اور حضرت مدظلہم سے مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو رہی۔ ۱۰: حضرت مدظلہم نے مدرسہ عائشہ للبنات فروکہ روڈ ساہیوال میں حفظ وناظرہ اور درس نظامی کی طالبات کو آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا۔۱۱: حضرت مدظلہم نے دن گیارہ بجے مدرسہ زینب للبنات ساہیوال میں قرآن کریم حفظ کرنے والی طالبات کو آخری سبق پڑھائی کر بیان فرمایا۔ظہر کے بعد سرگودھا تشریف لے گئے اور عشاء کی نماز کے بعد مسجد الٰہیہ سرگودھا بیان کے بعد دعا فرمائی۔۱۲: حضرت مدظلہم تین روز کے لیے لاہور تشریف لے گئے جہاں معہد الترمذی میں درجہ تخصص فی الافتاء کے طلبہ کو اصول الافتاء کا درس دینے کے علاوہ مجلس صیانۃ المسلمین سندر کے اجتماع سے بھی بیان فرمایا۔ نیز لاہور ہی میں عزیزم حافظ حفاظت اللہ بن قاری شرافت اللہ پانی پتی کا نکاح پڑھایا اور ۱۶ جمادی الثانیہ بروز سوموار سلانوالی میں ان کے ولیمہ میں بھی شرکت فرمائی۔۱۷: حضرت مدظلہم مولانا آفتاب صاحب زید مجدہ کے ہمراہ پاکپتن تشریف لے گئے، جہاں کے جامعہ کے قدیم متخصص مولانا عطاء اللہ صاحب کے مدرسہ میں مشکاۃ المصابیح کی آخری حدیث کا درس دیا۔ پھر حضرت خواجہ فرید الدین قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضری کے بعد جامعۃ الحسن ساہیوال تشریف لے گئے اور رات گئے ساہیوال واپسی ہوئی۔ ۱۹: حضرت مدظلہم فیصل آباد تشریف لے گئے جہاں مدرسہ عبداللہ بن مسعود میں بیان فرما کر جامعہ اسلامیہ امدادیہ تشریف لے گئے اور اگلے روز سالانہ جلسہ کے موقع پر نماز جمعہ سے قبل خطاب فرمایا، وہیں پر حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری ،حضرت مولانا مفتی زبیر اشرف عثمانی اور حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب مدظلہم سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ ۲۱: حضرت مدظلہم گجرانوالہ تشریف لے گئے اور مدرسہ امانت القرآن میں سالانہ جلسہ سے خطاب فرمایا۔

۲۲: حضرت مدظلہم نے مدرسہ رضوان وعائشہ للبنات حویلی نتھو کہ میں بخاری شریف کا آخری درس دیا۔ مدرسہ حفصہ حقانیہ خشکن میں مشکوٰۃ شریف کا آخری سبق پڑھایا۔ ۲۳: حضرت مدظلہم نے مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات مبھارے خان میں بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔ ۲۸: جامعہ میں ششماہی امتحان کے نتائج کا اعلان کیا گیا۔ اچھی کارکردگی دکھانے والے طلبہ کی حوصلہ افزائی کی گئی اور آخر میں حضرت مدظلہم نے گرانقدر اور وقیع خطاب بھی فرمایا۔ ۲۹: حضرت مدظلہم دارالعلوم کبیر والا تشریف لے گئے اور سالانہ جلسہ سے خطاب فرمایا۔

دعاء مغفرت کی درخواست

(۱) ماہنامہ ''الحقانیہ'' پریس میں جانے کے لیے تیار ہو چکا تھا کہ یہ روح فرساں خبر موصول ہوئی کہ مختار الامۃ حضرت مولانا مفتی مختار الدین صاحب (خانقاہ کربوغہ شریف) بھی انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا اس کو پر کرنا آسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائیں اور درجات بلند فرمائیں، نیز ان کے اَخلاف کو صبر جمیل، اجر جزیل عطا فرما کر ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

(۲) جامعہ کے درجہ حفظ کے استاذ قاری محمد اخلاق صاحب کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۳) جامعہ کے درجہ کتب کے استاذ مولانا شاہد نذیر صاحب کے والد صاحب بھی قضائے الٰہی سے وفات پائے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں اور ان کے پسماندگان کو صبر واجر سے نوازیں، آمین۔ قارئین ''الحقانیہ'' سے بھی تمام مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

دینی مدارس کے نظامِ تعلیم کی ضرورت واہمیت

(فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ)

آج دو نظامِ تعلیم کو شجرۂ ممنوعہ سمجھا جارہا ہے حالانکہ اِن دونوں نظاموں کے مقاصد اور اِن کی اِفادیت علیحدہ علیحدہ مُسلَّم ہے۔ایک نظام سے علومِ دینیہ کے ماہر تیار ہوتے ہیں، دوسرے سے دنیوی علوم کے ماہر بن رہے ہیں اگرچہ ان پر بھی لازم ہے کہ وہ بنیادی دینی تعلیم حاصل کر کے پھر دوسرے علوم پڑھیں کیونکہ ضروری دینی تعلیم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ہر سال اِن دینی مدارس سے ہزاروں حافظ قرآن ،مکمل علماءِ دین جو علمِ قرآن اور حدیث اور علمِ فقہ کے متخصص ماہرین تیار ہوتے ہیں وہ دو نظاموں کو جمع کرنے سے ہرگز تیار نہیں ہوسکتے ،یہ حفاظ اور علماء موجودہ لاکھوں مساجد میں خطابت کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کی علمی اخلاقی تعلیم وتربیت میں مشغول ہیں اور ساتھ ہی دینی مدارس کے لیے علماء وحفاظ تیار کرنے میں بھی مشغول ہیں۔

ہماری افواجِ پاکستان میں بھی ہزاروں کی تعداد میں دینی مدارس کے فضلاء بطورِ خطیب وامام مقرر ہیں۔اگر یہ نظام جاری نہ رہے تو آئندہ ایسے حفاظ اور مکمل علماءِ دین جو درس وتدریس کے ذریعہ مکمل علماء بھی تیار کرسکیں تیار ہونا بند ہوجائیں گے۔

بزیر سرپرستی
یادگار اسلاف استاذ العلماء
مفتی عبدالقدوس ترمذی شاہ صاحب مدظلہ

بزیر سرپرستی
فقیہ العصر
مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب

بزیر سرپرستی
فقیہ الامت
مفتی سید عبدالکریم ترمذی صاحب

جامعہ حقانیہ سرگودھا کا 72 واں سالانہ تبلیغی و اصلاحی

جلسہ تقسیم اسناد و تکمیل حفظ قرآن کریم

24 رجب المرجب 1447
14 جنوری 2026
بروز بدھ
12 بجے دن تا نماز عصر

شیخ المشائخ
حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ
خانقاہ سراجیہ کندیاں

قاری
استاذ العلماء
حضرت مولانا محمود احمد صاحب مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

شیخ الحدیث
حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب مدظلہ
مہتمم جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

مناظر اسلام
حضرت علامہ
مولانا محمد عبدالغفار تونسوی صاحب مدظلہ
صدر تحریک منظر اہل سنت والجماعت (ملتان)

شیخ الحدیث
حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب مدظلہ
جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

0301-4843429
0304-2345206
048-6-786-002

تنزیل ایڈورٹائزنگ سروس فروکہ 0302-3448246